شعبۂ تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

۱۶ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء

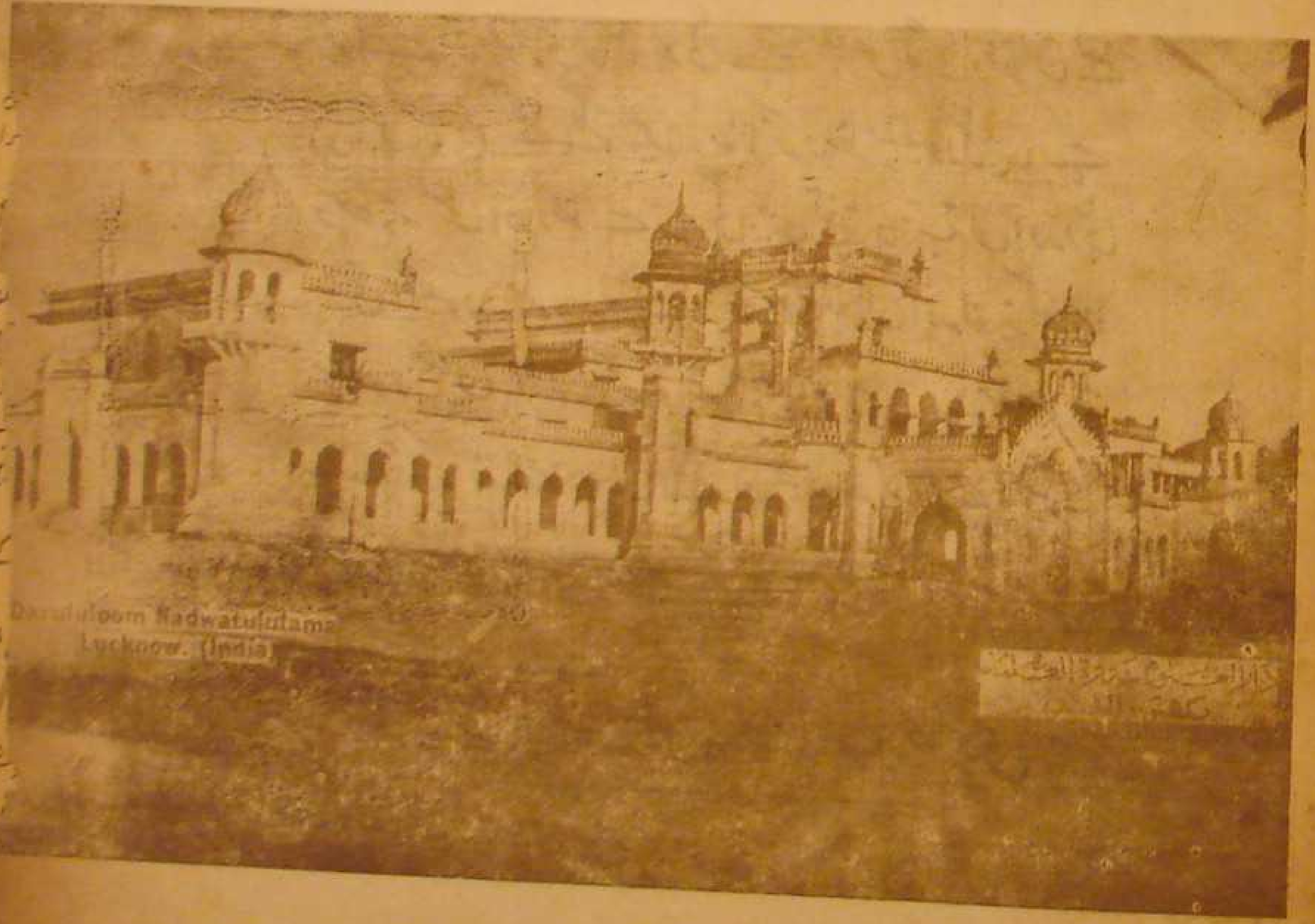

چندہ سالانہ آٹھ روپیہ | قیمت فی پرچہ ۳۵ پیسے

Regd No. L 1981 FORTNIGHTLY Phone 22948

TAMEER - E - HAYAT

Darululoom Nadwatululama, Lucknow, (India)

مکتبۂ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

منثورات

از مولانا محمد رابع ندوی

اس کتاب میں مصنف نے ان جاندار نمونوں کا انتخاب کیا ہے جو زبان کے محاسن اور ادبی بلاغت کیساتھ دینی و اخلاقی تربیت کا کام بھی دے سکتے ہیں اور اسلامی جذبات پیدا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتے ہیں، سیرت نبوی، تاریخ اسلام اور مستند و صاحب طرز انشاء پردازوں کی نثر کے نمونے پیش کئے گئے ہیں جو عربی زبان و ادب کی بہترین نمائندگی کرتے ہیں نثر قدیم کے ساتھ نثر جدید اور نظم قدیم بھی شامل ہے۔ اس عربی کی بڑی تعداد نے داخل نصاب کیا ہے۔
قیمت

مسئلۂ ختم نبوت — علم و عقل کی روشنی میں

تالیف: مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء
اس کتاب میں مسئلۂ ختم نبوت کو ٹھوس علمی و تحقیقی انداز میں ثابت کیا گیا اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور ضرورت کو خالص علمی و عقلی دلائل سے واضح کیا گیا ہے، ہر صاحب عقل سلیم اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ختم نبوت کا قائل ہو جائیگا، قادیانیت کے طلسم میں گرفتار اور عقیدۂ ختم نبوت میں شک و شبہہ کرنیوالے افراد کے حق میں یہ فاضلانہ تصنیف روشنی کا ایک عظیم مینار ہے!
قیمت:- ۲ روپے ۲۵ نئے پیسے

دہلی اور اس کے اطراف

از مولانا حکیم سید عبد الحی مرحوم
سابق ناظم ندوۃ العلماء
یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامچہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، انکی تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قصبوں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جا بجا ملیں گے۔ قیمت مجلد ۳ روپیہ

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء
یہ جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ اور ادب عربی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے کسی جگہ کی جغرافیائی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید دونوں ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اہم مقامات کے قدیم ناموں کیساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جابجا وضاحتی نقشے بھی دیئے گئے ہیں۔ اسکا تذکرہ عالم عربی کے اخبارات نے اچھے انداز میں کیا ہے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب۔ قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

از مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی
چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ عالم، اور بیسویں صدی کے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔
قیمت عہ

معلم الانشاء

مولانا عبد الماجد صاحب ندوی و مولانا محمد رابع صاحب ندوی
عام ندوہ زبانوں کا اہم مضمون ہو موجودہ جمہوری دور اور صحافتی و مجلسی زندگی نے کو روشن کر دیا ہو، دعوت و تبلیغ کے تقاضوں، ملکوں اور قوموں کے ارتباط و تعلق اجتماعی و ادبی بلکہ دینی اہمیت بھی بخش دی ہو۔ چنانچہ دار العلوم ندوۃ العلماء نے اہم ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ان کے ایک ایسے سلسلے کی ترتیب دی ہو جو عربی مدارس کی ضرورت بنائی سکے اور عربی مدارس میں تعلیم انشاء کا نصاب بن سکے۔
کتابت و طباعت معیاری۔ حصہ اول (مولانا عبد الماجد ندوی) قیمت ۱/۴۵
حصہ دوم (" ") " ۲/۶۲
حصہ سوم (مولانا محمد رابع ندوی) " ۲/۵۰

الأدب العربي

بين عرض ونقد
از مولانا سید محمد رابع ندوی۔ ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
عربی ادب کی تاریخ اور تنقید کے موضوع پر ہندوستان میں یہ سب سے پہلی کوشش ہے ... بین عرض ونقد کے نام سے عربی زبان میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے پیش کی ہے۔ اس کتاب میں عربی ادب کی تاریخ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور یہ تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔
ادب کی حقیقت ٭ تنقید و تجزیہ ٭ ادبی نمونے
مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کے مقدمہ کے ساتھ خوبصورت عربی ٹائپ پر یہ کتاب چھپ کر آگئی ہے
(قیمت صرف چار روپے)

Cover Printed at NADWA Press, Lucknow

آغاز نہ کہ اختتام

میں اکثر اس لفظ پر چونک جاتا ہوں کہ نماز پڑھ لی، قرآن شریف پڑھ لیا، وعظ سن لیا، گویا فراغت ہوگئی۔ حالانکہ فراغت نہیں ہوئی کام شروع ہوا ہے، ذمہ داری عائد ہوئی ہے۔ بعض لوگ وعظ سن لینے ہی کو مقصود سمجھنے لگتے ہیں، حالانکہ وعظ مقصود نہیں ہے وعظ پر عمل اور وعظ سے زندگی میں تغیّر و تبدّل اور دینی ترقی مقصود ہے۔ روغن بادام کا استعمال اور لذیذ کھانا مقصود نہیں۔ ان کے فوائد مقصود ہیں — مقصود یہ ہے کہ غذا جزو بدن بنے اور خون صالح پیدا ہو۔

حضرت شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی

پندرہ روزہ لکھنؤ

تعمیر حیات

شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۶ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ
مطابق
۲۵ مارچ ۱۹۷۰ء

چندہ
سالانہ ...... ۸ روپے
ششماہی ...... ۴ روپے
فی پرچہ ۳۵ پیسے

جلد (۷) | شمارہ (۱۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مدارس کے منتظمین سے

خرابیاں کہاں سے آرہی ہیں؟

از: محمد الحسنی

اخلاق استقامت اور کردار کا مسئلہ آج گھر محلہ، اور مدرسے سے لیکر معاشرہ کی ہر سطح پر ایک دشوار ترین مسئلہ بن چکا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہیے کہ وہ کیا موانع اور رکاوٹیں ہیں، جن کی وجہ سے یہ مسئلہ کسی طرح قابو میں نہیں آپاتا۔ اگر علوم دینیہ کی طرف سے بے التفاتی اس کا سبب ہے تو یہ خرابی مدرسہ میں کیوں ہے۔ اگر والدین کی غفلت و بے دینی اس کی ذمہ دار ہے تو یہ خرابی ان گھرانوں میں کیسے ہے جہاں دینی ماحول پایا جاتا ہے اور لڑکوں کی نگرانی و تربیت کا بھی انتظام ہے۔

یہ صحیح ہے کہ موجودہ دور کی مسموم فضا اور ترغیبات کی وہ دنیا جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں بڑی حد تک اس کی ذمہ دار ہے۔ لیکن یہ کہہ کر ہم اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے، اسلئے کہ ہمیں جتنا کرنا چاہیے، اتنا شائد ہم نہیں کر رہے ہیں؟ اور شائد اس مسئلہ کا سرا ابھی تک ہمارے ہاتھ نہیں آسکا ہے؟

مدارس کی حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ خرابی جدھر سے آرہی ہے اُدھر اب تک ہماری توجہ نہیں ہوسکی، یا یہ کہ ہم ساری کوشش اس کی مخالف سمت میں کر رہے ہیں۔

مدارس میں خاص طور پر اس کا اصل سبب دعوتی انداز فکر اور جذبہ کی کمی ہے، جو ان تمام خرابیوں کے لئے حصار یا ڈھال کا کام دے سکتا تھا۔ بدقسمتی سے دعوت اور تعلیم و تعلم کو دو علٰحدہ چیزیں سمجھ لیا گیا ہے یا پھر دعوت کو صرف اس مروج تبلیغ کے ہم معنی قرار دیدیا گیا ہے جس میں وقت نکالنا یا چلہ دینا ضروری ہے۔ ہم طالب علم کو یہ تو پڑھاتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس قدر ضروری ہے، اور دین کے لئے جد و جہد اہل باطل کا مقابلہ اور ان کو دین کی دعوت دینا عین ایمان کا تقاضا اور اسلامی فریضہ ہے۔ لیکن یہ کوشش نہیں کرتے کہ اس کے اندر دعوتی جذبہ پیدا ہو۔ وہ حالات کا صرف تماشائی بن کر نہ رہے بلکہ باطل کی قوتوں اور عصر حاضر کے فتنوں سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھے۔ ہم اپنے طلبہ سے اس خواہش کا اظہار وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں لیکن انکے عملی پروگرام یا نظام الاوقات ہم نے ایسے نہیں بنائے جن سے ان کے اندر یہ بات لاشعوری طریقہ پر ازخود بخود پیدا ہوسکے۔

انسان کی فطرت ہے کہ کسی کو برائی سے روکنا اس کے لئے آسان ہے کسی غلط نظریہ یا طرز زندگی پر تنقید اور بڑے سے بڑے چیلنج کا مقابلہ اس کے لئے ممکن ہے لیکن خاموش تماشائی بن کر اپنے کو بچائے جانا ممکن ہے۔

اگر ہم کسی کو غلط کام سے منع کرتے رہیں گے تو اس کا کرنا ہمارے لئے ضرور دشوار ہوگا لیکن اگر ہم دل سے مرعوب ہوں اور زبان سے اس کو منع بھی نہ کریں تو ایک نہ ایک دن ہم بھی اس میں گرفتار ہوسکتے ہیں۔

دعوت بجائے خود بہت بڑا حصار ہے، یہ وہ حصار ہے جس کے بعد نہ بہت زیادہ نگرانی کی ضرورت باقی رہتی ہے نہ پہرے چوکی کی۔

یورپ و امریکہ میں رہنے والے بہت سے ایسے طلبہ سے ہم واقف ہیں جو مادیت کے اس بحر زخار میں رہ کر بھی تر دامن نہیں۔ وہ لوگ تھے جنھوں نے خاموش رہنا پسند نہیں کیا، انھوں نے اپنے جیسے طلبہ کی ایک انجمن بنالی اور اس مادی چیلنج کے سامنے صف آرا ہوگئے انھوں نے کھل کر اس پر تنقیدیں کیں۔ اس کی یہی د[...] ناکامی ثابت کی، وہ لوگ وہاں داعی بن کر نہیں رہے۔ وہ اپنے کو اس سیلاب بلاخیز سے چند دن کے لئے بھی روک نہ سکے۔ ہم بہت سے ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جو[...] کو اپنی دینداری اور علم پر ناز تھا لیکن ان کے اندر دعوتی جذبہ اور مسلمانوں کا درد مفقود تھا۔ آج وہ اپنی اس دولت سے محروم ہوچکے ہیں۔ اس کے برعکس ان کے وہ ساتھی جو اس درجے کے نہ تھے۔ محض اس دعوت کی بدولت بہت عزت اور نیک نامی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی بدل رہی ہے۔

ہمارے مدارس بھی مادیت کے سمندر میں ایک جزیرے کی طرح ہیں۔ ان کے لئے بچاؤ کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ ان کا ہر نوجوان داعی ہو[...] اس میں یہ جذبہ ہو کہ ہمیں ان لوگوں کو ہر محاذ پر شکست دینی ہے، جو اسلام کے خلاف مورچہ بنا رہے ہیں۔

اس دعوتی جذبہ کو پیدا کرنے کے لئے دو چیزیں بہت مفید اور موثر ثابت ہوسکتی ہیں۔ ایک نظام الاوقات اور (باقی مضمون صفحہ ۱۸ پر دیکھئے)

اخلاصِ عمل اور حسنِ نیت کامیابی کی شاہ کلید ہے

بھوپال کے ایک تبلیغی جلسہ میں حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی کی ایک تقریر

اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات عالی ہو اس کی ذات غنی ہے۔ اور انسان بہت ہی ناقص العقل کمزور کوتاہ نظر کم علم ہے اور قرآن نے تو اس کی حیثیت کا اعلان یوں کیا ہے۔ انّہ کان ظلوماً جہولاً۔ انسان تو بے عقل کام کرنے والا اور بہت نادان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ایسے اعمال کی ضرورت ہو جو اس کی رحمت کو متوجہ کرے۔ ایسی عبادات جس سے وہ خوش ہو جائے اللہ کو بندہ پر رحم و پیار آ جائے۔ ایسے اعمال جو اللہ کی رحمت کو کھینچ لے۔ اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم کو جن چیزوں کی عادت ہے ان کی مقدار کو بڑھائیں۔ نمازیں زیادہ پڑھیں نوافل زیادہ پڑھیں اس لیے کہ حدیث پاک میں ہے "میرا بندہ نماز کے ذریعہ مجھ سے برابر قریب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ مجھ کو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔" اللہ کا قرب اس پر غالب ہو جاتا ہے۔ اس کی بشریت اس سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ نفسانی تقاضوں کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے۔ انسان اس کی گرفت سے آزاد ہو جاتا ہے۔ خدائی احکام کے بارے میں مردہ بحالت زندہ ہو جاتا ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایسا کام کرے جو رواج کے خلاف ہو۔ نفس کی خواہش کے خلاف ہو۔ دنیا کے دستور کے خلاف ہو۔ عقل کے خلاف ہو۔ مولانا نے اس کو ایک مثال سے بیان فرمایا۔ غلام ہزاروں تدبیریں کرتا ہے کہ آقا کی نظر کرم اس پر پڑ جائے کڑکتے جاڑے میں وہ آقا کی خدمت کرتا ہو۔ آقا سمجھتا ہے کہ یہ کام اسی کا ہے۔ آقا کو پیاس لگی تو غلام پیالہ میں ٹھنڈا شیریں پانی لایا۔ آقا کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اس نے کہا کہ جو مانگنا ہو مانگتا ہے؟

یہ تو انسانی مثال ہے۔ خدائے تعالیٰ جو آقاؤں کا آقا ہے وہ اپنے بندے سے خوش ہو کر راضی ہو کر کیا کچھ نہیں دے سکتا۔ اپنے آپ کو اس کا مستحق بنانے کی ہر وقت کوشش کرنا چاہیے۔

کسی وقت ملازم کو کوئی گراں بہا

(مرتبہ منصور نعمانی ندوی)

چیز مل گئی۔ اس نے آقا کے پاس لا کر رکھ دی کہ ایسے موقع پر بادشاہ اس کو نہال کر دے گا۔ اس سے کم درجہ کی مگر اس سے بہت بڑی چیز دے گا۔ ایسے قصے بھی شکن واقعات دنیا میں پیش آ جاتے ہیں۔ دنیا کے لوگ اس کو طعنے دیں گے بے عقل کہیں گے مگر وہ شخص اسوۂ یوسفی پر عمل کرتے ہوئے کہتا ہے انی اخاف اللہ یہ موقع ہے نمک حلالی کا۔ شکر گزاری کا۔ اس موقع پر گھنٹوں کا راستہ منٹوں میں طے ہو جاتا ہے پچاس آدمی اتنا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتے جتنا کہ اس نے لیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی صفت تو شکور ہے شکر کی تفسیر مفسرین نے یہ کی ہے کہ چھوٹی چیز کو بڑا بنا دے۔

اللہ تعالیٰ نے شاہین کو پر دار دی ہے۔ اگر عمل کرنے والے کے پر لگ جائیں تو وہ کن وسیع فضاؤں میں پرواز کرے گا۔ قرب کا ذریعہ وسیلہ یہ ہے۔ جو پلک جھپکانے میں سے کہیں پہونچا دے۔ اس طرح انسان پستی سے بلندی تک بلکہ ولایت تک پہونچ جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تجربہ بتا دیا ہے۔ جو انسانی عقل کے خلاف۔ دنیا کے دستور کے خلاف نفس کے خلاف۔ رواج کے خلاف ہے!

مولانا نے حدیث پاک کا واقعہ بہت ہی موثر انداز میں فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی جا رہے تھے کہ رات آ گئی۔ رات کا وقت سفر کی صعوبت۔ اندھیرا۔ پہاڑ۔ اتنے میں اور بارش شروع ہو گئی ان تینوں نے سمجھا کہ اب جان کی خیر نہیں تلاش کرتے کرتے غار کے اندر چلے گئے کہ رات گزار کر پھر دیکھا جائے گا خدائی قدرت کہ غار کے منھ پر ایک بڑا سا پتھر ڈھکن کی طرح آ کر لگ گیا۔ غار میں ایسا حبس کہ سانس لینا مشکل ہو گیا۔ قرآنی الفاظ میں ضاقت علیہم الارض ... وظنوا الخ اب ان تینوں نے سوچا کہ خدا کے سامنے اپنا اپنا کوئی سب سے بہتر عمل پیش کیا جائے شاید کہ خدا کو رحم آ جائے۔ اور رحم کو اس مصیبت سے نجات ملے۔ ایک نے کہا اے خدا! میرے بوڑھے ماں باپ تھے میں جانوروں کو لے کر چرانے جاتا تھا اور سب سے پہلے والدین کو دودھ دوہ کر پلاتا تھا۔ ایک دن دیر ہو گئی۔ واپس آیا تو والدین بھوک سے بیتاب ہو کر سو چکے تھے بچے بلک بلک کر روتے رہے مگر میں نے ان کو دودھ نہیں دیا اور میں ایک ٹانگ پر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اٹھے اور ان کو دودھ پلایا۔ اس کے بعد بچوں کو دیا۔ اے خدا یہ عمل میں نے خاص تیرے لیے کیا تھا۔ تو اس کے طفیل میں ہم کو اس مصیبت سے چھٹکارا دیدے۔ چٹان تھوڑی سی سرکی لیکن اتنی نہیں کہ یہ نکل سکیں دوسرے نے کہا کہ میں نے مزدور رکھے سارا دن انھوں نے کام کیا سب نے مزدوری لی لیکن ایک مزدور لے کر نہیں گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو محفوظ کر دیا۔ محفوظ ہی نہیں بلکہ اس کو تجارت میں لگا دیا اور اس کا کھاتہ الگ کھول دیا۔ یہاں تک ایک ریوڑ ہو گیا۔ عرصہ کے بعد وہ آیا اس کو یقین تھا کہ میں جاؤں گا تو وہ مالک بھول جائے گا۔ وہ آیا اس نے کہا کہ اگر آپ میری ایک دن کی مزدوری دیدیں تو آپ کا احسان ہو گا۔ انھوں نے کہا کہ یہ ریوڑ تمہارا ہے۔ تم اس کو لے جاؤ۔ اے خدا میں نے تیری رضا کی خاطر یہ عمل کیا تھا اگر تیری بارگاہ میں یہ عمل مقبول ہو تو ہم پر اس آئی ہوئی مصیبت سے نجات دیدے۔ چٹان تھوڑی سی سرکی مگر نکلنے کی جگہ اب بھی نہ ہوئی۔

تیسرے کی باری آئی تو گویا ہوا۔ اے خدا تو جانتا ہے۔ میری ایک چچازاد بہن تھی بہت ہی خوبصورت وحسین میرا دل اس پر آ گیا تھا ایک مرتبہ قحط پڑا وہ فاقہ سے تنگ جان ہو گئی تو وہ مجبوراً آئی اور اس نے اپنے کو میرے حوالے کر دیا۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ اللہ سے ڈر۔ تو میں اس سے الگ ہو گیا۔ تیرے نام کے صدقے تیرے نام کی عظمت کے صدقے یعنی اس سے ہٹ گیا۔ میں نے یہ عمل خالص تیرے لیے کیا تھا۔ اگر تیری بارگاہ میں مقبول ہے تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دیدے۔ خدا کی شان کریمی کہ وہ چٹان ہٹ گئی اور یہ تینوں آزاد فضا میں نکل آئے۔

یہ واقعہ بار بار پڑھا لیکن اس کی روح کو ہم نے سمجھا نہیں اس واقعہ سے یہ جوہر ہوتے ہیں۔

(۱) اخلاص (۲) نفس کے خلاف (۳) رواج کے خلاف

والدین سو گئے اور بچے بلک بلک کر رو رہے ہیں لیکن ان کو نہیں پلایا۔ بچے کو چھوڑ کر والدین کے انتظار میں کھڑا رہنا کیا معنی رکھتا ہے مزدوری نہیں لی تھی تو ان کی مزدوری محفوظ کر دیتا۔ مگر اس کی کیا ضرورت پڑی تھی کہ تجارت میں لگا دیتا جانور خریدتا۔ ریوڑ تیار ہو گیا۔ جب مزدور آیا۔ تو اس کی نیت خراب نہ ہوئی۔ بلکہ تمام کی تمام بکریاں اس کے سپرد کر دیں۔ مزدور کی مزدوری کا اس نے کیا خیال کیا۔ بیٹا باپ کی جائداد کی ایسی نگہداشت نہیں کر سکتا۔ دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ جس چیز پر قابو ہو جائے۔ اس کو چھوڑا نہ جائے۔ خوف خدا اس کو لاحق ہوا کہ اس نے خوبصورت وحسین عورت کو جس پر وہ فریفتہ تھا اور جس پر اس کا قابو ہو گیا تھا اس چیز کو صرف اللہ کی خاطر اس نے چھوڑ دیا۔ خدا تعالیٰ کو ان تینوں کا عمل کچھ ایسا پسند آیا کہ پتھر ہٹ گیا۔ اس واقعہ میں سوچنے کے لیے کافی مواد ہے۔ یہ واقعہ اس کی بھی یاد دلاتا ہے۔ کہ ہم کو اپنی زندگی میں کچھ کام ایسے بھی کرنا چاہیے جو عقل کے خلاف ہوں۔ رواج کے خلاف ہوں۔ عقل کے خلاف ہوں۔ دنیا کے دستور کے خلاف ہوں۔

یہ حدیث ساری زندگی کے لیے دستور العمل بنانے کے لیے ہے۔ کچھ کام ایسے بھی کیجیے جو نفس پر شاق ہوں۔ فلاں لوگوں کے حقوق اگر غصب کیے ہیں تو ان کو ادا کیجیے۔ ذوی الحقوق کے حقوق ادا کیجیے۔ اگر بعض اوقات لوگوں سے معافی مانگنا پڑے تو یہ بھی کیجیے جن لوگوں کی دل شکنی کی ہے ان سے معافی چاہیے۔ اگر ہماری زندگیوں میں یہ اسپرٹ پیدا ہو جائے پستیاں بلندیوں سے تبدیل ہو جائیں۔ ایک ایک چھوٹا سا تنکا۔ بڑا پہاڑ بن جائے۔

تبلیغ نے یہ راستہ آسان کر دیا ہے یہ کام نفس کے خلاف ہے رواج کے خلاف ہے دستور کے خلاف ہے۔ اس میں اخلاص نیت اور بے لوثی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اس کا اجر بھی زیادہ ہے جس زمانے میں تبلیغ کا کام شروع ہوا تھا۔

پہلی قسط

مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

محبت اہل بیت کی حقیقت اسکی ذمہ داریاں اور فرائض

سادات کرام اور اہل بیت عظام کے لئے یہ شرف عزت وحرمت کوئی معمولی شرف وعزت نہیں کہ وہ آل رسول ہیں اور ان کا نسلی انتساب اس ذات اقدس واعلیٰ جامع صفات ومناقب وکمالات کی جانب ہے جس کے لئے روز ازل سے انبیاء اور رسولوں کی سیادت۔ اور جن وبشر کی قیادت مقرر اور متعین ہے۔ اور یہ سیادت اور قیادت کا منصب عظمیٰ بھی روز ازل سے ہے اور روز ابد تک کے لئے (قیامت) ہے جس کا وجود باوجود کل کائنات تمام مخلوقات۔ تمام جہانوں اور ان جہانوں کے بود وباش رکھنے والوں کے لئے سراپا رحمت ونعمت ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔)

جس آفتاب رسالت کی جانب ادنیٰ انتساب بھی ذرات خاکی کو رشک آفتاب وماہتاب بنا دے تو اس کی جانب نسلی اور خاندانی انتساب جو قیامت تک اس خاندانی عزت وشرف کی نشانی ہو اور خاندانی خصوصیات کی حامل اور محافظ ہو کسی طرح بھی اس نسلی امتیاز وافتخار سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نسلی اور خاندانی امتیازات وخصوصیات کبھی ختم نہیں ہوتیں جب تک کہ ان کو خود ہی ختم اور نیست ونابود نہ کیا جائے۔

نسلی امتیازات وخصوصیات ایک فطرت کا قدرتی فیصلہ ہے جو انسانوں میں بھی پایا جاتا ہے حیوانوں میں بھی پایا جاتا ہے حتیٰ کہ درختوں اور پودوں اور سبزہ زاروں میں بھی یہ امتیازات وخصوصیات پائے جاتے ہیں جن کا ماہرین نفسیات حیوانات اور نباتات بخوبی ادراک واعتراف کرتے ہیں یہ قدرتی اور طبعی فیصلہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر یہ خود ان کا محافظ ونگراں اور نگہبان ہی ان خصوصیات وامتیازات کو بدل دے اور دوسری جنس کی خصوصیات کو مخلوط کر کے رد وبدل کر دے۔

پھر سادات کرام اور اہل بیت عظام کے اس نسلی اور خاندانی عزت وشرف سے کس طرح انکار وانحراف کیا جا سکتا ہے، البتہ اگر وہ خود ہی اپنے نسلی اور خاندانی امتیازات وخصوصیات کو دیگر اثرات سے مخلوط کر کے رد وبدل کر دیں اور سفیدی کو سیاہی اور روشنی کو تاریکی سے بدل ڈالیں تو یہ ان کا اپنا فعل ہے جو ان کی امتیازی شان اور خاندانی عز ووقار کے منافی ہے پھر بھی جو جوہر طبعی ان کی اصل فطرت وطینت میں قدرت کی جانب سے ودیعت رکھا ہوا ہے وہ زنگ آلود تو ہو سکتا ہے مگر بالکلیہ اس کو نیست ونابود نہیں کیا جا سکتا۔ صیقل اور صفائی سے اس زنگ کو دور بھی کیا جا سکتا ہے۔ اور عارضی طور پر جو تہ بتہ سیاہیاں ان پر چڑھ گئی ہیں ان کو کھرچ کر صاف وشفاف بنا کر پھر اس جوہر کو چمکدار اور آبدار بنایا جا سکتا ہے۔ اور یہ کوئی ناممکن محال امر نہیں ہے مشہور مقولہ ہے۔ ع

"جبل گردد جبلت نہ گردد"

اب میں اس اعلیٰ ترین اشرف ترین خاندان کے خاندانی نسلی اوصاف ومناقب بیان کرتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اس شرف خاندانی کے مناسب کون سا منصب عظمیٰ انکے مناسب حال اور شایان شان ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنو کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا (مسلم مظہری از نبوی) یہ خاندانی درجات وفضائل ہی کا بیان ہے جو درجہ بدرجہ کم وبیش ہوتا رہا اور یہ درجات کا تفاوت اس صلاحیت اور قوت استعداد ہی کی وجہ سے ہے جو ان خاندانوں کے افراد کی فطرت اور جبلت میں رکھی ہوئی ہے اور فطری طبعی عطا وبخشش ہے ان میں سب سے اعلیٰ وبرتر مقام ومرتبہ بنو ہاشم ہی کا ہے جن میں سے سید الاولین والآخرین اور سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو انتخاب کیا گیا جن کی سیادت وقیادت عام ہے تمام نوع انسانی کے لئے ہے اور قیامت تک کے لئے ہے۔ بنو ہاشم سے سردار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کے معنی بھی تو یہی ہیں کہ آپ کے وجود باجود کے بعد جو بھی شرف خاندانی ہے وہ آپ کی آل واولاد اور اہل بیت کو حاصل ہے جیسا کہ آپ بنی نوع انسان کے بلا ریب وشک آقا و سردار ہیں اسی طرح آپ کی آنے والی نسلیں بھی تمام نسلوں اور خاندانوں کی سردار اور سرتاج ہوں گی یہ سرداری اور سرداری کا مقام ومرتبہ آپ کے بعد آپ کی آل واولاد کو اسی لئے عطا کیا گیا کہ ان کی فطرت وطینت سے خباثت وگندگی کو دور کر کے ان کو ان کے اندرون کو پاک وصاف اور پاکیزہ بنا دیا گیا تھا اور فطرتاً ان کی استعداد وصلاحیت تمام کر دی گئی تھی۔ ارشاد خداوندی ہے انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا

بیشک ارادہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے کہ تمہارے سے گندگی کو دور فرمائے اے اہل بیت نبی اور تمہیں پاکیزہ بنائے خوب پاکیزہ۔

اکثر مفسرین کی رائے اس آیت کے متعلق یہ ہے کہ حضرت علی حضرت فاطمہ، حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ عنکم میں ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ اگر آیت کا نزول ازواج مطہرات کے متعلق ہوتا تو ضمیر تانیث آتی لیکن بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں کیونکہ اس کے آگے آیت میں واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے۔ امام احمد میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت پانچ کے متعلق نازل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم آیت مباہلہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرت علی حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم ہیں چنانچہ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت مباہلہ ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ الٰہی یہ سب میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم پر ڈالا اور یہ آیت تلاوت فرمائی انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تو گویا اس آیت کے مصداق یہی افراد ہیں جن کو چادر مبارک کے آغوش میں لے لیا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"یہ بات تو آیت سے ثابت ہے کہ جب آیت انما یرید اللہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا تاکہ آیہ کا مصداق معلوم ہو جائے اور یہ حضرت سلمان اور حضرت ام سلمہ اور حضرت واثلہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔"

صحیح مسلم میں حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے اپنے والد حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے ان کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں ابو تراب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی مذمت کرنے سے کیا چیز روکتی ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک مجھے تین باتیں یاد رہیں گی جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں میں کبھی مذمت نہیں کر سکتا۔ اگر ان میں سے ایک بات بھی میرے متعلق ہوتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسندیدہ ہوتی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جب آپ نے ان کو ایک غزوہ میں اہل وعیال کی حفاظت ونگرانی کی وجہ سے اپنی جگہ چھوڑ دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا تھا یا رسول اللہ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ دیا۔ اس وقت رسول

ازالۃ الخفاء مقصد دوم جلد دوم ص ۲۶۱

ازالۃ الخفاء مقصد دوم جلد دوم ص ۲۶۰

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ تو میرے لئے اس منزلت پر ہو جس پر حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے۔ البتہ میرے بعد نبوت نہ ہوگی

اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے خیبر کے دن فرمایا کہ میں کل کو اسلامی پرچم اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص کو محبوب رکھتے ہیں۔ ہم نے اگلے دن اس سعادت کے حصول کے لئے گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھا لیکن آپ نے اس وقت بھی فرمایا میرے پاس علی کو بلاؤ۔ وہ سامنے آئے تو آشوب چشم میں مبتلا تھے آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا (وہ ٹھیک ہوگئیں) تو ان کو اسلامی پرچم دیا پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں کے ہاتھ خیبر فتح کرایا۔

اور جب آیۃ کریمہ قل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور بارگاہ خداوندی میں عرض کیا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ ازالۃ الخفاء میں تحریر فرماتے ہیں:۔

حدیث انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ متواتر ہے جو حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت اسماء بنت عمیس اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہم سے مروی ہے۔ اسی طرح دوسری حدیث جو اسی کے ہم معنی ہے انا من علی وعلی منی اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ متواتر ہے جن کو حضرت زید بن ارقم اور حضرت عمران بن حصین اور حضرت عمرو بن عاص وغیرہم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور حدیث خیبر یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ بھی متواتر ہے جو حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت سعد اور حضرت ابو ہریرہ

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم جلد دوم ص ۲۰۳،۲۰۱)

اور حضرت سہل بن سعد اور حضرت سلمہ بن اکوع وغیرہم رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے (ازالۃ الخفاء مقصد دوم جلد دوم ص ۲۶)

غرض تواتر اور قطعیت کے ساتھ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم اہل بیت نبی ہیں اور آل رسول ہیں۔ جن کے تزکیہ و تطہیر اور پوری پاکیزگی کا اللہ رب العزت نے ارادہ فرمایا تھا پھر اس میں کیا مانع ہو سکتا ہے اور ان کے تزکیہ نفس و تطہیر میں کب شک و شبہ کی گنجائش ہو سکتی ہے؟ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اہل بیت یعنی اہل و عیال کا اطلاق حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم پر عرف عام کے کبھی خلاف ہے اور ربط والی آیت جس سے ازواج مطہرات مراد ہیں اس کو کیا ربط و مناسبت ہے اس کے متعلق یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے تھا۔ چنانچہ آپ نے ان کی حیات میں دوسری شادی نہیں کی حالانکہ وہ آپ کے شباب کا زمانہ تھا اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر کافی ڈھل چکی تھی۔ وہ آپ سے پہلے یکے بعد دیگرے دو نکاح کر چکی تھیں۔ صاحب اولاد تھیں اور کئی بچوں کی ماں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد ایک صاحبزادہ کے علاوہ انھی سے تھی پھر یہ تعلق آخر تک رہا۔ فرط تعلق کی وجہ سے آپ ان کا ذکر خیر بھی فرماتے تھے۔ اور ان کے تعلق والوں کو آخر تک نوازتے رہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مجھے ازواج مطہرات میں سے کسی پر بھی حضرت خدیجہؓ کے علاوہ غبطہ نہیں ہوا حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کثرت سے ان کا ذکر فرماتے تھے کہ مجھ کو رشک آتا۔ بعض مرتبہ بکری ذبح ہوئی تو آپ اہتمام سے اس کا کوئی عضو کاٹ کر اس کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی کے پاس بھیجتے تھے۔ میں بعض دفعہ کہتی تھی کہ گویا خدیجہ کے علاوہ دنیا میں کوئی ایسی عورت ہی نہیں رہی جو آپ انہی کا بار بار ذکر فرماتے ہیں۔ تو آپ ارشاد فرماتے تھے انہا کانت وکانت وکان لی منہا ولد وہ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور اس سے میری اولاد ہے اگر کہ ان کی ...

اولاد ہے) کے ساتھ اس امر کو بھی ملا لیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ کی نسل شریف صاحبزادہ سے نہیں چلی بلکہ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی ہے۔ تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اہل بیت سے مراد آپ کی نسل اور اولاد ہے جو آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے چلی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کے وقت اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو بلا کر سامنے کر دیا کہ الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں جو مباہلہ کی شرط پورا کرنے کے لئے حاضر ہیں اور یہ امر عرف عام کے خلاف بھی نہیں ہے اہل بیت سے مراد صرف ازواج ہی نہیں ہوتی بلکہ ازواج اور اولاد دونوں مراد ہوتے ہیں۔ پس آیات کریمہ میں پہلا حصہ اولاد کرام کے متعلق ہے اور دوسرا حصہ ازواج مطہرات کے متعلق ہے یا یہ بات تو ظاہر ہے بلکہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سرور کائنات خلاصۂ موجودات جامع حسنات و کمالات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی ہیں آپ کی اولاد ہیں اور آپ کے جگر گوشہ ہیں اور ان کی اولاد امامین حسنین رضی اللہ عنہ بھی آپ ہی کی اولاد اور آپ کے جگر پارے ہیں اب جس شخص کو اللہ اور رسول کے ساتھ تعلق ہوگا اس کو لامحالہ آپ کی اولاد اور آپ کے جگر پاروں کے ساتھ بھی قلبی تعلق ہوگا۔

یہ امر فطرت انسانی کے بالکل خلاف ہے کہ کسی شخص کے محبت و تعلق کا دعویٰ کرے اور اس کی اولاد سے بغض و کینہ و نفرت رکھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

احبوا اللہ لما یغذوکم من نعمۃ واحبونی بحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی

(تم لوگ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے محبت و تعلق قائم کرو جس کی نعمتوں کی ہر وقت تمہارے لئے فراوانی ہے پھر اللہ کے تعلق کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو پھر میرے تعلق کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو)

تو اصل تعلق اللہ رب العزت کا تعلق ہے اس کے تعلق کی وجہ سے پھر اس کے

رسول کے ساتھ تعلق ہے جو اللہ کے صحیح تعلق اور معرفت کا ذریعہ اور واسطہ ہے پھر رسول کے تعلق کی وجہ سے آپ کے متعلقین و منتسبین اور آپ کے اہل و عیال کے ساتھ تعلق ہے۔

اسی بنا پر اہل بیت کرام کی مخاصمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخاصمت کو مستلزم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخاصمت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مخاصمت کو مستلزم ہے۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سے فرمایا انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم (جو تم سے لڑائی رکھے میں اس کے لئے خصم ہوں اور جو تم سے صلح رکھے اس کے لئے صلح ہوں۔) اس تفصیل سے بات تو بخوبی واضح ہوگئی کہ اہل بیت کرام اور سادات عظام کے ساتھ اللہ اور رسول پر ایمان کا خاصہ اور جزو لاینفک ہے۔ اور کوئی بھی مومن و مسلمان ایسا نہیں نکلے گا جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم سے بے تعلق ہو اور دل میں ان کی عظمت و محبت نہ رکھتا ہو۔ ان کے بعد ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کا سلسلہ ہے جو اب تک جاری ہے اور اطراف عالم میں پھیلا ہوا ہے اور مختلف خیالات اور رجحانات۔ نظریات اور معتقدات کا حامل ہے۔ شرافت نسب کے باوجود لامحالہ ان کے ربط و تعلق کیلئے کوئی صحیح معیار قائم کرنا ہوگا۔ کیونکہ دین اسلام نسلی خاندانی مذہب نہیں ہے بلکہ اس نے زمانہ جاہلیت کی اسلاف پرستی اور شخصیات پرستی کی قدیم رسم کو چھڑا کر خالص خدا پرستی اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کی اطاعت و فرمانبرداری کو نجات اور ہدایت کا راستہ مقرر کر دیا ہے۔

یا یہ کہا جائے کہ اہل بیت سے مراد عرف عام کیمطابق ازواج مطہرات تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محبت و شفقت کی وجہ سے حضرت فاطمہؓ اور انکے شوہر حضرت علیؓ اور انکے صاحبزادوں امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو بھی اہل بیت میں داخل فرمالیا جیسا کہ تواتر سے ثابت ہے۔

اخلاص کی حقیقت اور اس کا مفہوم

توحید الٰہی کا مطلب و مقاصد التوحید میں سب سے اجل و اعظم ہونا ثابت و مسلم ہے۔ اسی وجہ سے سب علوم و احکام اس کی فرع ہیں اور یہ سب کی اصل۔ اس کے بغیر کوئی عمل مقبول عند اللہ نہیں ہوتا۔ حقیقت توحید کی اللہ کو واحد اعتقاد کرنا اور اس کو واحد سمجھنا اور واحد کہنا ہے۔ اور اس کے خلاف اعتقاد کرنا اور سمجھنا یہ توحید نہیں بلکہ اشتراک اور تشریک اور شرک ہے جو عقلاً اور نقلاً باطل ہے۔ توحید کے عقیدہ رکھنے والے کو موحد کہتے ہیں اور جس طرح اس کو موحد کہتے ہیں اسی طرح اس کا دوسرا نام مخلص ہے۔ اس واسطے کہ ذات واحد واجب الوجود اللہ العالمین رب العالمین خالق عالم تنہا کے ساتھ کسی کی شرکت اس کی ان تمامی صفات میں نہیں مانتا۔ اس طرح اس کے ماننے میں مخلص ہے۔

اول درجہ اخلاص مومن موحد کا یہی ہے کہ اس کی الوہیت میں شرکت کا کسی طرح قائل نہ ہو۔

مخلص اخلاص سے ہے اخلاص خالص کرنے کو کہتے ہیں۔ شرکت غیر سے۔ جیسے دودھ خالص اسی کو کہتے ہیں جس میں کوئی پانی کی نہ ہو۔ اسی طرح یہاں سمجھ لیجئے کہ مخلص اسی کو کہتے ہیں جس کے عقیدے میں خلوص ہو کہ جو اللہ نہیں ہو۔ دلیل عقلی و نقلی سے اس کی نسبت عقیدہ الوہیت کا نہ رکھتا ہو کہ یہ شرک ہے اور اس سے ذات واحد واجب الوجود اللہ العالمین رب العالمین خالق العالم کے ساتھ اس عقیدہ میں کوئی باقی نہیں رہے گا کہ اس کے ساتھ اس کے غیر کو ملا دیا جس کا ملانا خلاف دلیل عقلی و نقلی ہے اور جب اصل توحید اور ایمان میں اخلاص معتبر ہوا تو پھر اس کے بعد جتنے علوم اور اعمال ہیں سب میں یہ معتبر رہے گا۔ کسی طرح کسی وقت منفک نہیں ہو سکتا۔ یہ اجمالی بیان ہے اس کی ضرورت کا اب قرآن و حدیث سے علمائے محققین نے بھی اخلاص کی ضرورت پر بڑا زور دار کلام فرمایا ہے۔ ان کے الفاظ نقل کرتا ہوں۔

قرآن و حدیث سے اس مقصد عظیم پر استدلال کرنا حضرات علماء کے سامنے ایک غیر ضروری امر ہے۔ اخلاص کی نفوص سب کو پیش نظر ہیں

اور اس کا سب کو اقرار ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ہمارے سلف اور اکابر کو جس درجہ اس کی ضرورت پیش نظر تھی اور اس کا وہ تحفظ رکھتے تھے اس قدر ہم کو نہ ہو۔ اس لیے اپنے سلف کے وہ اقوال ہم درج کرتے ہیں جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو کس درجہ اس کی ضرورت پیش نظر تھی۔

اور اس کا درجہ وہ نظر شرع میں کیا سمجھتے تھے۔ انھوں نے اس میں کیا کیا عمل کیا اور دوسروں سے بھی کیا کیا عمل کرایا۔ کام کرنے والوں کے لیے اس میں اسوۂ حسنہ ہے۔ کام جب ہوگا اسی طریقہ پر ہوگا جس پر ہمارے سلف نے کیا ہے قبل ازیں تھوڑا سا اس کی نصوص پیش کرتا ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ولن تجد لھم نصیرا الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینھم للہ فاولئک مع المومنین۔

بلاشبہ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں جائیں گے اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا لیکن جو لوگ توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور اللہ تعالیٰ پر وثوق رکھیں اور اپنے دین کو خالص اللہ ہی کے لیے کیا کریں تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ ہوں گے۔

اس آیت میں منافقین کو درک اسفل کی وعید سنانے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس وعید سے ان کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے جن میں یہ صفات پائے جائیں کہ وہ نفاق سے تائب ہو جائیں اور اپنی نیات فاسدہ اور احوال فاسدہ کی جو نفاق کی حالت میں رکھتے تھے۔ اصلاح کرلیں اور ترک کریں کتاب اللہ سے وثوق و اعتماد رکھیں اللہ تعالیٰ پر۔ اور اپنے دین کو خالص کریں اللہ کے واسطے تب یہ لوگ مومنین مخلصین کے

درجہ میں یا ان کے زمرہ میں معدود ہوں گے یہی صفات ہیں جن سے مومن مخلص منافق سے ممتاز ہو جاتا ہے۔ ان منافقین کو توبہ کے بعد زمرہ مومنین مخلصین میں داخل کر لینے کا مژدہ سنایا۔ اس میں تین قید اور لگائی۔ ایک اصلاح اپنی نیات اور احوال کی۔ پھر اعتصام باللہ جس کا حاصل مخلص سے قطع نظر ہے اس کے بعد اخلصوا دینھم للہ۔ یعنی

لا یریدون بطاعتھم الا وجھہ ورضاہ سبحانہ لا ریاء الناس ولا دفع الضرر ولا جلب النفع

ترجمہ:۔ ارادہ کریں اپنی طاعت سے مگر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشی کا نہ مخلوق کو دکھانا مقصود ہو نہ اس سے اپنے سے دفع ضرر ہی منظور ہو جیسا کہ نفاق میں ہوا کرتا ہے۔

ذکر فی روح المعانی؛

یعنی دین اغراض نفسانیہ دفع ضرر و جلب منفعت کے لیے نہ اختیار کیا جائے۔

یہ تو اپنے مطلب کے لیے دین ہوا۔ جیسے تجارت و زراعت اپنے مطلب کے لیے ہوا کرتی ہے۔ خدا دین خدا کے لیے اختیار کرنا چاہیے۔

قال الحواریون من المخلص للہ قال الذی یعمل للہ لا یحب ان یحمدہ الناس علیہ۔

ترجمہ: حواریوں نے پوچھا کہ مخلص اللہ کون ہے۔ فرمایا کہ مخلص وہ ہے جو اللہ کے لیے کام کرے اور یہ پسند نہ کرے کہ اس پر کوئی اس کی تعریف کرے۔

میرے مدعا کے اثبات میں یہ آیت صریح تھی اس لئے میں نے اس کو اختیار کیا ہے اس سے دین میں اخلاص کا ثبوت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دین چونکہ علم اور عمل کے مجموعے کا نام ہے اس لئے ان دونوں میں اخلاص کی ضرورت معلوم ہوئی۔ بلکہ اخلاص ہی علم اور عمل کو دین بناتا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اخلاص علم اور عمل کے لئے بمنزلہ روح کے ہے۔ اور جس طرح علم اور عمل کو اخلاص کی نسبت ایسی ہے جیسے جزو اخیر علت تامہ کا کہ اس کے بعد معلول کا وجود ہو جاتا ہے۔ اسی طرح علم و عمل کے ساتھ اخلاص کے ملنے سے دین کا وجود ہوتا ہے۔ اسی طرح علم و عمل کے ساتھ اخلاص کے ملنے سے دین کا وجود

جیسے جناب نے آخر میں واحصب اصلہم فرمایا ہے اور آیت سے صاف طور پر یہ واضح ہے دوسری آیت یہ ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ

ترجمہ۔ اے ایمان والو اکثر احبار اور رہبان لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں۔

صاحب روح المعانی اس کا ربط پہلی آیت سے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:۔

شرع فی بیان احوال الاحبار والرھبان ... حال الاتباع فی اتخاذھم ... وذلک تنبیہ ... وذلک ... الخطاب الیھم۔

ترجمہ: اس میں احبار اور رہبان کا حال بیان ہے ان کے اتباع کرنے کا اپنے زمانہ کا اتباع کے سوء حال کے بیان کے بعد ان کا سوء حال یہ تھا کہ علماء اور رہبان کو انھوں نے رب بنا لیا تھا اس میں تنبیہ ہو سکتی ہے کہ ان کے حق کے گرد نکتہ چینی ان کا سا عمل نہ کریں اسی لئے ان کو سخت عیب بتایا۔ (روح المعانی)

ترجمہ یہ ہے کہ اے ایمان والو سنو! بہت سے احبار اور رہبان لوگوں کے اموال ناحق حرام طریقے پر ناجائز طور پر جس کا ناجائز ہونا ان کو معلوم رہتا ہے ضرور کھاتے ہیں یعنی لیتے ہیں۔ کھانے کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ بڑا مقصد کھانا ہی ہے۔ باقی کھانا پینا وغیرہ جتنے طریقے استعمال کے ہیں سب اس میں داخل ہیں اور سب کا حکم ایک ہے یعنی ان سب کی مذمت بیان کرنا مقصود ہے اور دوسرا جملہ یصدون عن سبیل اللہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور اس میں خود ان کی غوایت کا بیان ہے اور دوسرے میں اغوا کا۔ یوں کہیے کہ اول میں ضلالت کا بیان ہے اور دوسرے میں اضلال کا۔ سبحان اللہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس میں احبار اور رہبان کی مذمت جس قدر ہے وہ بیان سے باہر ہے کل دو جملوں میں ان کی پوری حالت سنا کر واضح فرما دی کہ جو رہبانیت کے ساتھ اکل اموال بالباطل و صدعن سبیل اللہ سا کیا جو سب ان کی شان تو یہ ہونی چاہئے تھی کہ نیت دوسری جگہ ارشاد

فرماتے ہیں

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ (پ ۶)

یعنی یہ کہ یہ لوگ جھوٹ بولنے اور حرام کھانے سے منع کرتے۔ ان کا منصب یہی تھا۔ اب یہ منع تو کیا کرتے خود کھاتے ہیں اور خود جھوٹ بولتے ہیں، اور اصلی شان ان کی ارشاد کی تھی کہ لوگوں کو رشد اور دین حق کی طرف بلاتے۔ اور یہ بجائے اس کے خود دین سے لوگوں کو روکتے ہیں اس کا مقتضا تو یہ تھا کہ یصدون عن سبیل اللہ۔ کو بیان فرماتے اس سے اس کی شناعت خوب ظاہر ہوتی کہ صریح خلاف منصب کام کرتے ہیں کہ منصب تو تھا یرشدون الناس کا اور کرتے ہیں یصدون عن سبیل اللہ مگر یاکلون کو مقدم فرمایا اس لیے کہ یاکلون اموال الناس بالباطل ہی سبب ہوا ہے یصدون عن سبیل اللہ کا۔ اللہ تعالیٰ کے راستے سے آدمی تدریجاً ہٹتا ہے چھوٹی غلطی سے بڑی غلطی صادر ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد ان کو مخلص نہیں کہا جا سکتا نہ رہبان کو نہ احبار کو۔ یہ فرماتے کہ یہ مخلص نہیں ہیں تو اس میں اتنی مذمت نہیں ہوتی جتنی کہ اس میں ہے کہ لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں اور ان کو راستے سے روکتے ہیں۔ اس میں انتہائی افتضاح و خزی کہ مقبولیت عند اللہ تو رہی ہوگی ہی خزی و فضیحت عند الخلق اس کے علاوہ ہے خسر الدنیا والآخرة کے مصداق ٹھہرے۔ اسی موقع پر یہ کہا جاتا ہے کہ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے۔ اخلاص جب باقی نہیں رہتا تو عزت اور ذلت کا احساس نہیں ہوتا۔ اپنے مطلب سے ... جاتا ہے۔

... زیادہ اخلاص سکھانے والی ...

انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ہجرتہ الی اللہ ورسولہ فہجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔

ترجمہ: اعمال کا دارومدار نیت پر ہے ... جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی جانب ہے اس کی تو ہجرت اللہ و رسول کی ہی جانب ہے اور جس کی ہجرت کسی دنیوی غرض کی خاطر ہے جو اس کو مل جاوے یا کسی عورت کے لیے ہے جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

حسب تشریح حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ اس میں اخلاص کا بیان ہے نیت اور اخلاص ایک ہی چیز ہے۔ یعنی علوم و اعمال کو اغراض و شوائب نفسانیہ سے علیحدہ کر کے ان میں صرف رضائے باری کا قصد کرنا یہی اخلاص ہے پس اخلاص قلب کا فعل ہے جس طرح کہ نیت۔ احادیث میں جو نیت ہے اس کا یہی مطلب ہے۔ رضائے باری تعالیٰ کا قصد جو غایت ہے اعمال کی۔ یہی نیت کا درجہ جو نظر شارع میں ہے۔ تصحیح نیت اور تصحیح اخلاص والاستحسان دونوں ہی امر ثابت ہوئے

دوسری حدیث:

من اخلص للہ اربعین صباحاً اجری اللہ من قلبہ ینابیع الحکمۃ او کما قال۔

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن خلوص سے عبادت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب سے حکمت کے چشمے جاری فرما دیں گے۔

سبحان اللہ اس میں اخلاص کا فائدہ کیا بیان فرمایا گیا ہے۔

اس حدیث سے متعلق ایک عجیب قصہ بھی یاد رکھنے کا ہے وہ یہ ہے کہ ایک بزرگ چالیس روز اسی لیے عبادت کرتے رہے کہ حکمت کے چشمے قلب سے جاری ہو جائیں گے مگر چالیس دن کے بعد بھی جاری نہیں ہوئے انھیں خلجان ہوا کہ یہ حدیث ہی نہیں ہے یا مجھ میں خلوص نہیں ہے اور حدیث خلوص کے لیے یہ فضیلت ثابت کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حل کے لیے متوجہ ہوئے جواب ملا کہ آپ نے تو حکمت کے چشمے جاری ہونے کے لیے عبادت کی تھی پس اخلاص للہ کیسے ہوا عمدہ گرفت ہے۔ اجری اللہ من قلبہ ینابیع الحکمۃ پر نظر مقصود رہی اور اخلاص للہ پر جس کی جزاء ہے۔ اجری اللہ ... ینابیع الحکمۃ پر نظر اور توجہ ... عدم خلوص ہے ... نظر رہے اور کام ہوتا رہے۔ یہی اس کی مثال ہے۔

اب علماء کے ارشادات نقل کرتا ہوں جو اخلاص کی اہمیت کے بارے میں صادر ہوئے۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

اما بعد فیقول خادم العلماء والصوفیۃ والمتمسک بآذیالہم العلیۃ ولی اللہ ابن عبد الرحیم عاملہما اللہ بفضلہ العظیم ان من اجل نعم اللہ تعالیٰ التی لا یستطیع العباد شکرہا ان بعث الانبیاء مترجمین علی الغیب ہادین الی الطرق المقربۃ الی اللہ تعالیٰ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ ثم جعل لہم ورثۃ یقومون بعلمہم بین الناس ویحیون ویدعون الی رشدہم۔

ترجمہ۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے حضرت علماء عظام اور صوفیائے کرام کا ادنیٰ خادم اور ان کے دامن عالی سے وابستگی رکھنے والا یہ ناچیز راقم یعنی ولی اللہ بن عبد الرحیم۔ اللہ تعالیٰ (آخرت میں) ان دونوں (باپ بیٹوں) کے ساتھ فیض عظیم کا معاملہ فرمائے۔ عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان بڑی نعمتوں میں سے جس کا شکر ادا کرنے کی بندے طاقت نہیں رکھتے ایک بڑی نعمت حضرت انبیاء علیہم السلام کی بعثت بھی ہے جو کہ غیب کی ترجمان ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والے راستے کے ہادی ہیں اور یہ بعثت اس لیے ہوئی تاکہ اس کے بعد جو ہلاک ہو وہ بینہ کے بعد ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ بینہ کے ساتھ زندہ رہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کے لیے ورثہ بنائے جنھوں نے کہ لوگوں میں ان حضرات کے علوم پھیلائے اور ان کی سنت اور ان کے طریق کو زندہ کیا اور ان کی ہدایت کی جانب لوگوں کو دعوت دی۔

ومعظم ما دعت الیہ ... امور ثلثۃ تصحیح العقائد فی المبدأ والمعاد والمجازاۃ وغیرہما وتکفل بہذا الفن اہل الاصول من علماء الامۃ

اور حضرات انبیاء علیہم السلام نے جن امور کے قائم کرنے کی دعوت دی ہے ان میں کے بڑے بڑے امور تین ہیں ایک تو مبداء اور معاد۔ جزا و سزا کے متعلق عقائد کی تصحیح کرنا اور اس فن کی اشاعت کی کفالت علماء امت میں سے اہل اصول (یعنی حضرات متکلمین) نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی سعی مشکور فرمائے۔

شکر اللہ مساعیہم

وتصحیح العمل فی الطاعات المقربۃ والارتفاقات الضروریۃ علی وفق السنۃ وتکفل بہذا الفن فقہاء الامۃ۔

دوسرے طاعات مقربہ میں عمل کی تصحیح کرنا نیز سنت کے مطابق ضروری طریق انتفاع کا بیان اور اس فن کی کفالت فقہائے امت رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمائی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے بہت سے لوگوں کو ہدایت بخشی اور بہت سے فرقوں نے اپنی کجی کو درست کر لیا۔

فضل اللہ بہم کثیرین

واقام بہم فرقۃ عوجاء۔ وتصحیح الاخلاص والاحسان اللذین ہما اصل الدین الحنیفی الذی ارتضاہ اللہ لعبادہ قال تبارک وتعالیٰ۔ (ا)

اور تیسرے اخلاص و احسان کی تصحیح کہ یہی دونوں اس دین حنیفی کی اصل ہیں۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور نہیں حکم کیے گئے تھے یہ لوگ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح سے عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لیے خاص کر لینے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین کا۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

ذیل کی سطور میں امام غزالیؒ کی کتاب احیاء العلوم سے ایک اہم اقتباس جو اپنے نفس سے مکالمے کی شکل میں ہے پیش خدمت کیا جا رہا ہے اس میں سے جن چیزوں کو چھیڑا ہے اس کا تعلق ہم میں سے ہر ایک سے ہے اور اس کو اسی نقطہ نظر کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت ہے۔

اے نفس ذرا انصاف کر! اگر ایک یہودی تجھ سے کہہ دیتا ہے کہ فلاں لذیذ کھانا تیرے لئے مضر ہے تو تو صبر کرتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے، اور اس کی خاطر تکلیف اٹھاتا ہے تو کیا انبیاء کا قول جن کو معجزات کی تائید حاصل ہوتی ہے اور فرمان الٰہی اور صحف سماوی کا مضمون تیرے لئے اس سے بھی کم اثر رکھتا ہے، جتنا کہ اس یہودی کا ایک قیاس و اندازہ، عقل کی کمی اور علم کی کمی اور کوتاہی کے ساتھ تعجب ہے۔ اگر ایک بچہ کہتا ہے کہ تیرے کپڑوں میں بچھو ہے تو بغیر دلیل طلب کئے اور سوچے سمجھے اپنے کپڑے اتار پھینکتا ہے، کیا انبیاء، علماء، حکماء اور علماء کی متفقہ بات تیرے نزدیک اس بچے کی بات سے بھی کم وقعت رکھتی ہے؟ یا جہنم کی آگ، اس کی بیڑیاں اس کے گرز اس کا عذاب اس کا زقوم، اور اس کے آنکڑے، اس کے سانپ بچھو اور زہریلی چیزیں تیرے لئے، ایک بچھو سے بھی کم تکلیف دہ ہیں۔ جس کی تکلیف زیادہ سے زیادہ ایک دن یا اس سے کم رہتی ہے، یہ عقلمندوں کا شیوہ نہیں، اگر کہیں بہائم کو تیری حالت کا علم ہو جائے وہ تجھ پر ہنسیں اور تیری دانائی کا مذاق اڑائیں، پس اگر اے نفس! تجھ کو یہ سب چیزیں معلوم ہیں اور ان پر تیرا ایمان ہے تو کیا بات ہے کہ تو عمل میں تساہل اور ٹال مٹول سے کام لیتا ہے حالاں کہ موت کمین گاہ پر منتظر ہے کہ وہ بغیر مہلت کے تجھے اچک لیجائے اور فرض کر کہ تجھے سو برس کی مہلت بھی مل گئی ہے تو تیرا خیال ہے کہ جس کو ایک گھاٹی طے کرنی ہے اور وہ اس گھاٹی کے نشیب میں اطمینان سے اپنے جانور کو کھلا رہا ہے وہ کبھی اس گھاٹی کو طے کر سکے گا۔ اگر تو یہ گمان رکھتا ہے، تو تو کس قدر نادان ہے ایسے شخص کے بارے میں تیری کیا رائے ہے، جو علم حاصل کرنے کی غرض سے پردیس کا سفر کرتا ہے، اور وہاں کئی سال بے کاری اور تعطل میں گزار دیتا ہے، اس خیال سے کہ وطن کی واپسی کے سال علم حاصل کر لے گا، تو اس کی عقل پر ہنستا ہے اور اس کے اس وہم کا مذاق اڑاتا ہے کہ علم و تفقہ اتنی قلیل مدت میں حاصل ہو جائے گا، یا قضا کا منصب بغیر علم و تفقہ کے توکل کی برکت سے ہاتھ آجائے گا، پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ آخر عمر کی کوشش مفید ہوتی ہے، اور بلند درجات تک لے جاتی ہے تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہی آج کا دن تیری عمر کا آخری دن ہو، تو اس دن تو اس کام میں مشغول کیوں نہیں ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے بتلا بھی دیا ہے کہ تجھے مہلت دیدی گئی ہے، تو پھر بھی عجلت کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ اور آج کل، آج کل کرنے کی کیا وجہ ہے، یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ تجھے اپنی خواہشات نفس کی مخالفت مشکل معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اس میں محنت و مشقت ہے کیا، تو اس دن کا منتظر ہے جب خواہشات کی مخالفت تیرے لئے آسان ہو جائے گی۔ ایسا دن تو اللہ تعالیٰ نے مطلق پیدا ہی نہیں کیا۔ اور نہ پیدا کرے گا، جنت ہمیشہ ناگواریوں اور مکارہ سے گھری رہے گی، اور مکارہ کبھی نفس کے لئے آسان نہیں ہو سکتے ایسا ہونا محال ہے، کتنا ایسا ہوتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ کل سے یہ کام کریں گے، تجھے معلوم نہیں کہ وہ کل آچکی ہے، وہ گزشتہ دن کے حکم میں ہے جو کام آج انجام نہیں دے سکا کل اس کا انجام دینا تیرے لئے اور بھی مشکل ہے، اس لئے کہ شہوت کی مثال ایک تناور درخت کی ہے جس کو اکھاڑنا آدمی اپنا فرض سمجھتا ہے، اگر کوئی اس کے اکھاڑنے سے عاجز ہو گیا، اور اس نے اس کو کل پر رکھا، تو اس کی مثال اس نوجوان کی سی ہے جس سے ایک درخت اکھاڑا نہیں گیا، اور اس نے اس کام کو دوسرے سال کے لئے ملتوی کر دیا، وہ جانتا تھا کہ جتنا زمانہ گزرے گا درخت مستحکم اور اس کی جڑیں مضبوط اور وسیع ہو جائیں گی۔ اور اکھاڑنے والے کی کمزوری اور ضعف میں اضافہ ہو گا، ظاہر ہے کہ جس کو شباب میں نہیں اکھاڑ سکا اس کو بڑھاپے میں کب اکھاڑے گا، بڑھاپے کی ورزش اور محنت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے، بھیڑیے کی تربیت و اصلاح ایک عذاب ہے، سرسبز شاخ لچک رکھتی ہے، اور جھکائی جا سکتی ہے، جب سوکھ جائے گی اور ایک زمانہ گزر جائے گا، تو اس کا موڑنا ناممکن ہو جائے گا، پس اگر اے نفس تو ان حقائق پر ایمان نہیں رکھتا اور سہل انگاری سے کام لیتا ہے، تو تجھے کیا ہو گیا ہے کہ حکمت و دانش کا دعویدار ہے اس سے بڑھ کر حماقت اور کیا ہو سکتی ہے، غالباً تو یہ کہے کہ استقامت سے روکنے والی چیز شہوت پرستی اور آلام و مصائب پر بے صبری ہے، اگر یہی بات ہے تو تیری حماقت کتنی بڑھی ہوئی ہے اور تیرا عذر کتنا لنگ ہے اگر تو اپنے قول میں سچا ہے تو ایسی لذت کیوں نہیں تلاش کرتا جو تمام کدورتوں اور آلائشوں سے پاک ہے، اور ابد الآباد تک کے لئے ہو اور یہ نعمت جنت ہی میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر تو خواہشات کا حریص ہے اور تجھے لذت ہی عزیز ہے تو ان کی خاطر بھی تجھے نفس کی وقتی خواہشات کی مخالفت کرنی چاہئے، اسلئے کہ بسا اوقات ایک لقمہ کئی لقموں سے محروم کر دیتا ہے، تیرا کیا خیال ہے اس مریض کے بارے میں جس کو طبیب نے صرف تین روز کے لئے ٹھنڈے پانی سے پرہیز بتایا ہو۔ تاکہ وہ صحت حاصل کر سکے، پھر زندگی بھر ٹھنڈے پانی کا لطف اٹھائے، اس نے اس کو خبردار کر دیا ہو کہ ٹھنڈا پانی اس حالت میں اس کے لئے سخت مضر ہے، اگر اس نے بد پرہیزی کی تو زندگی بھر اس ٹھنڈے پانی سے اس کو ہاتھ دھونا پڑے گا، اس وقت صحیح صحیح بتا عقل کا تقاضہ کیا ہے؟ کیا اس کو تین دن صبر کر لینا چاہئے، تاکہ زندگی آرام سے گزرے یا اپنی خواہش پوری کر لینی چاہئے، پھر تین سو دن یا تین ہزار دن برابر اس نعمت سے محروم رہے؟ تین دن کی کبھی پوری عمر کے مقابلے میں وہ حقیقت نہیں جو تیری پوری عمر کی ابد الآباد کی زندگی کے مقابلے میں ہے (جو اہل جنت اور اہل جہنم کی مدت ہے) کیا تو کہہ سکتا ہے کہ خواہشات نفسانی کے ضبط کرنے کی تکلیف، طبقات جہنم میں عذاب نار سے زیادہ سخت اور طویل ہے؟ جو شخص ایک معمولی تکلیف بھی نہیں برداشت کر سکتا وہ عذاب الٰہی کو کیسے برداشت کر سکتا ہے!

میں دیکھتا ہوں کہ تو دو وجہ سے اپنے نفس کو ڈھیل دیتا ہے، ایک کفر خفی اور ایک صریح حماقت، کفر خفی یہ ہے کہ یوم حساب پر تیرا ایمان کمزور ہے، اور ثواب و عقاب سے تو ناواقف ہے، اور صریح حماقت اللہ تعالیٰ کی تدبیر خفی اور اس کے استدراج کا خیال کئے بغیر اس کے عفو و کرم پر اعتماد ہے، اس کے باوجود کہ تو روٹی کے ایک ٹکڑے، غلہ کے ایک دانے اور زبان سے نکلے ہوئے ایک کلمہ کے لئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حصول کے لئے ہزار جتن کرتا ہے، اور اسی جہالت کی وجہ سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نماز کے سلسلے میں

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

از محمد منظور نعمانی

بعض پڑھے لکھے لوگوں کو بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ کتب فقہ میں خضوع وخشوع جیسی باطنی کیفیات کا ذکر نہ پانے کی وجہ سے ان چیزوں کو نماز میں بہت زیادہ اہم اور ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ صرف تکمیلی درجہ کی چیزیں سمجھتے ہیں، گویا ان کے نزدیک خشوع والی اور خشوع سے خالی نماز میں صرف ادنیٰ اور غیر ادنیٰ کا فرق ہے۔ غالباً اُن کے اس مغالطہ کی اصل بنیاد یہ ہے کہ انھوں نے کتب فقہ کو دین کا پورا نصاب سمجھ لیا ہے، اور اُن کا خیال ہے کہ جو چیز فقہ کی ان کتابوں میں نہیں لکھی گئی ہے وہ دین میں ضروری درجہ کی چیز ہی نہیں ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ فقہ کا موضوع انسان کے اعمال کا صرف ظاہری پہلو ہے۔ اور اس لئے حضرات فقہا اپنی کتابوں میں ظاہری ارکان وشرائط ہی کا ذکر کرتے ہیں، اس بارے میں ان کی مثال اطبا، اور ڈاکٹروں کی سی ہے۔ جس طرح وہ انسان کی صرف ظاہری اور جسمانی صحت و بیماری سے بحث کرتے ہیں اور اسی کے متعلق ہدایات دیتے ہیں، دوائیں تجویز کرتے اور پرہیز بتلاتے ہیں، اور انسان کی روحانی اور اخلاقی حالت سے اپنے فن کے لحاظ سے انھیں کوئی سروکار نہیں ہوتا ہے۔ اسی طرح فقہ میں مسلمانوں کے صرف ظاہری اعمال سے ظاہری احکام ہی کے اعتبار سے بحث کی جاتی ہے، اور فقہائے کرام صرف ظاہری شرائط وارکان کے لحاظ سے عمل کا صحیح ہونا یا صحیح نہ ہونا بتلاتے ہیں، باقی اعمال کی رُوحانیت مثلاً اخلاص اور احتساب کے ساتھ اُن کو ادا کرنا، اور ادائیگی کے وقت خشوع وخضوع کی کیفیت کا قلب میں ہونا سو یہ فقہ کا موضوع نہیں ہے، اسی لئے حضرات فقہا ان امور میں کلام نہیں کرتے اگرچہ ان کی واقعی اہمیت کو وہ دوسروں سے بھی زیادہ جانتے ہوں[1] — یہ

یہ چیز یعنی اعمال کی رُوحانیت یا بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُن اعمال کی باطنی نسبت، اصحاب اخلاص واحسان (حضرات صوفیائے کرام) کے فن کی چیز ہے اور وہ اپنی کتابوں میں انسانی اعمال کے اس باطنی پہلو سے پوری پوری تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث چونکہ دین کے تمام ظاہری و باطنی شعبوں پر حاوی ہیں اس لئے اُن میں جس طرح نماز کے ظاہری ارکان وشرائط قیام، قرأت رکوع سجود وغیرہ کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں، اُسی طرح اخلاص، احسان، خشوع وخضوع جیسی باطنی کیفیات کے متعلق بھی سخت تاکیدات کی گئی ہیں۔

الغرض کتب فقہ میں ان امور کا بیان نہ ہونے سے یہ سمجھنا کہ نماز کے لئے یہ باطنی کیفیات کچھ زیادہ ضروری نہیں ہیں۔ بلکہ یہ صرف تکمیلی درجہ کی چیزیں ہیں درحقیقت بہت گھٹیا درجہ کی اور بڑی دولت سے محروم کردینے والی غلط فہمی ہے۔

اعمال کے باطنی پہلو کی تکمیل کی عام فطری راہ اہل اللہ کی صحبت ہے

یہاں یہ بھی عرض کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نماز اور دیگر عبادات کے اس باطنی پہلو کی اصلاح وتکمیل یعنی ہمارے اعمال میں خشوع وخشیت، اخلاص واحتساب اور احسان والی کیفیات کا پیدا ہوجانا، (جس کو اعمال کی روحانیت بھی کہہ سکتے ہیں) اس کا زیادہ موثر اور عام طبائع کے لحاظ سے کامیاب ترین ذریعہ طلب واستفادہ کی نیت سے عقیدت ومحبت کے ساتھ ایسے بندگانِ خدا کی صحبت ہے جنکو یہ دولت حاصل ہو، ورنہ صرف کتابوں اور رسالوں میں ایسے مضامین کے پڑھ لینے سے اگرچہ دماغ تو کچھ ضرور بدل جاتا ہے اور دل میں شوق بھی پیدا ہوجاتا ہے لیکن صرف اس مطالعہ ہی سے دل کے رخ کا بدل جانا اور باطن میں ان کیفیات کا پیدا ہوجانا اور بالخصوص استقامت حاصل ہوجانا اگرچہ عقلاً محال اور ناممکن نہ ہو لیکن واقعات کی دنیا میں اس کی مثالیں ڈھونڈنے والوں کو بھی شاذ ونادر ہی مل سکیں گی۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو اس فن کے یقیناً "امام اعظم" ہیں، خواجہ میر محمد نعمان کو (جو حضرت مجدد کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ سے بھی بہت کچھ استفادہ کرچکے تھے، بلکہ کہنا چاہیے کہ ایک حد تک سلوک کی تکمیل کرچکے تھے) ایک مکتوب میں نماز کے کچھ اسرار ومعارف لکھنے کے بعد رقم فرماتے ہیں:-

> "بعد از مطالعہ این مکتوبات اگر شوقے بہ تعلیم نماز وحصول از کمالاتِ مخصوصہ آں در شما پیدا شود وبے آرام سازد بعد از استخارہ متوجہ این حدود گردند شطرے از عمر بہ تعلیم نماز صرف نمایند واللہ سبحانہ الہادی الی سبیل الرشاد" (یعنی ان مکتوبات کے مطالعہ کے بعد اگر نماز سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات حاصل کرنے کا شوق تمہارے دل میں پیدا ہو اور تمہیں بےچین کردے تو استخارہ کرنے کے بعد ادھر کا رخ کرو اور یہاں آکر اپنی عمر کا کچھ حصہ نماز کی تعلیم اور تکمیل میں صرف کرو۔ اللہ سبحانہٗ ہی ٹھیک راستہ پر چلانے والے ہیں۔
>
> (جلد اول مکتوب ص۲۱۶)

گویا خواجہ میر محمد نعمان جیسے اکابر کو بھی اپنی نماز کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ اور وہ بھی حضرت امام ربانیؒ کے مکتوبات میں نماز کے اسرار ومعارف پڑھ کر اپنی اس کمی کو پورا نہیں کرسکتے۔ بلکہ سرہند حاضر ہوکر حضرت مجددؒ کی صحبت ہی سے یہ چیز اُن کو حاصل ہوسکتی ہے۔ واقعہ یہی ہے کہ اس قسم کی چیزیں صرف پڑھنے پڑھانے سے اور کتابی مطالعہ سے حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اللہ توفیق دے تو کسی اللہ کے بندے کی صحبت ہی سے حاصل کی جاسکتی ہیں ——— عارف رومی نے بالکل ٹھیک کہا ہے ——

> ایں را بجز از صحبت مرداں مطلب
> مرنے گردی چو گرد مرنے گردی

جو لوگ اپنے ظاہر پرستانہ اور مادہ پرستانہ ذوق کی وجہ سے اس چیز کی اہمیت سمجھنے سے قاصر ہیں، یا

[1] انسانی اعمال کے اس باطنی پہلو کی اہمیت کسی طرح بھی اُس ظاہری پہلو سے کم نہیں ہے جو فقہ کا موضوع ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عند اللہ اور آخرت کے نقطۂ نظر سے اسکی اہمیت زیادہ ہی ہے۔ حدیث صحیح میں ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم۔ دوسری مشہور حدیث ہے۔ انما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی۔ بس اعمال کے باطنی پہلو کی صحت، ظاہری قانونی صحت سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ مگر افسوس ہمارے بہت سے متاز دینی حلقوں میں بھی اب اسکی اہمیت کا احساس باقی نہیں رہا ہے۔ فالی اللہ المشتکی۔

[1] راقم سطور نے بھی یہاں ان صفحات میں جو کچھ اس بارے میں لکھا ہے وہ زیادہ تر اس فن کے ائمہ کرام مثلاً امام ابوطالب مکی (صاحب قوت القلوب) امام غزالیؒ طاش کبریٰ زادہ (صاحب مفتاح السعادۃ) امام ربانی مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ وغیرہ قدس اسرارہم کے افادات ہیں جو حافظہ میں رہ گئے ہیں، یا بعض چیزیں اپنے بعض اکابر سے سنی سنائی ہیں، یا بعض بندگانِ خدا کو نماز پڑھتا دیکھ کر کچھ سمجھا ہے۔ بہرحال نماز کی باطنی کیفیات کے بارے میں یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے میری اصلی حیثیت اس میں صرف ناقل کی ہے۔ اپنی محرومی اور نااہلیت کے پورے احساس بلکہ اذعان کے باوجود صرف اس امید پر یہ سب کچھ لکھ دیا ہے کہ شاید کوئی پاکیزہ فطرت خوش نصیب بندۂ خدا ان باتوں سے کما حقہٗ فائدہ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اسکی برکتوں کا کچھ ذخیرہ مجھے بھی کوئی حصہ دیدے اللھم اسعدنی ولا تشقنی۔

وھو المشتکی وھو المستعان ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ ۱۲ منہ

روزے شمارے میں عثمین

ترجمہ مولوی شمس الحق ندوی

مسجد اقصیٰ میں صلاح الدین ایوبی کا پہلا خطبہ جمعہ

مسجد اقصیٰ جو اس وقت پنجۂ یہود میں ہے جس کی بے حرمتی ہورہی ہے جس میں آگ لگائی جارہی ہے صلاح الدین کی بے مثال جوانمردی جوش ایمانی فتح وکامرانی سے پہلے تقریباً ایک صدی ان کے قبضہ میں تھی اور کسی طرح مسلمان اپنی کھوئی ہوئی دولت کو لینے میں کامیاب نہیں ہورہے تھے آخر میں صلاح الدین ایوبی کا جوش یقین اور ایمان کام آیا جانوں کی بازی لگ گئی جب تک واپس نہ لے لیا ہتھیار نہیں رکھا فتح کے بعد ایمان ویقین سے بھرپور صلاح الدین نے جو تقریر کی ہم اُسے ہدیۂ ناظرین کررہے ہیں۔ کاش کاتب تقدیر پھر کوئی صلاح الدین ایوبی وجود میں لاتا جو مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا یہ داغ دھودیتا اور مستقبل کا مورخ اس کا ذکر کرکے فخر محسوس کرتا۔

اے لوگوں اللہ تعالیٰ کی رضامندی وخوشنودی مبارک ہو کہ یہی زندگی کا حاصل اور بلندترین مرتبہ ہے۔ یہ مبارکباد اور خوشخبری بیت المقدس کے دوبارہ مرکز اسلام میں واپس آنے کی ہے جو محض فضل خداوندی کا نتیجہ اور اس کی رضا کی دلیل ہے جب کہ تقریباً ایک صدی سے غیروں کے قبضہ میں تھا تم اس کامیابی کی مبارکباد قبول کرو کہ اللہ جل شانہٗ نے تمہارے ہی ہاتھوں اس گھر کو کفر وشرک کی آلائشوں سے پاک کیا جس کو اپنی عبادت وذکر سے آباد کرنے کا حکم دیا۔ جس کی بنیاد توحید وتقویٰ پر رکھی گئی ہے اور اسی پر اسکی تعمیر ہوئی ہے اس کی ایک ایک اینٹ تقویٰ پر رکھی گئی ہو یہی سرزمین تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا وطن ہے یہیں سے تمہارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج ہوئی ہے یہیں انہوں نے سارے انبیاء کرام کی امامت کی ہے۔ یہی تمہارا قبلہ اوّل ہے ابتدائے اسلام میں جس کی طرف رُخ کرکے تم نماز پڑھا کرتے تھے۔ جو اس سرزمین پاک میں ہے جس کا ذکر اللہ رب العزت نے اپنی کتاب قرآن کریم میں کیا ہے۔ یہ وہی سرزمین مبارک ہے جس میں اللہ نے اپنے بندے اور رسول کو بھیجا اور اپنی بات مریم عذرا میں ڈالی اپنی روح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ڈالا انھیں علم نبوت ورسالت کا شرف بخشا اور اپنا بندہ ہی رکھا) فرمایا عیسیٰ اللہ کے بندے ہیں انھوں نے کفر وانکار کیا جنھوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔ یہ پہلا قبلہ دوسری مسجد تیسرا حرم ہے۔ حرم کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد بغرض اجر وثواب شد رحال صرف اس کی طرف جائز ہے اگر تم اللہ کے منتخب بندوں میں نہ ہوتے تو تمھیں اس فضل خاص سے نہ نوازتا تمھیں اس تک پہونچنے اور اس کے جوار میں رہنے کی سعادت نہ بخشتا۔ تمہارا لشکر قابل صد مبارکباد ہے جس کے ہاتھوں نبوی معجزہ کا ظہور ہوا اور غزوۂ بدر کے حالات پیش آئے حضرت ابوبکرؓ کے عزم مصمم عمرؓ کی بے پناہ فتوحات عثمانؓ کے لشکر علیؓ کے افتخار؟ خالدؓ کے حملوں کی داستانیں دہرائی گئیں۔ خالق کائنات تمہارے نبی کے صدقہ میں تمھیں بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ دشمنوں کی مٹ بھیڑ میں تم نے جو کچھ جھیلا اسکو شرف قبولیت بخشے۔ تم نے جان و مال کی جو قربانی پیش کی ہے اسے قبول فرمائے اور جنت کے دروازے تمہارے لئے کھولدے دوستو تم مالک کونین کے اس احسان عظیم کی قدر کرو، اور اس کی شکر گذاری کا عہد کرو کہ فتح وکامرانی کی اس نعمت عظمیٰ سے سرفرازی اسی کے کرم بے پایاں کا نتیجہ ہے اسی نے تمھیں اس مقدس کام کے لئے چنا ہے یہ ایسی کامیابی ہے کہ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل گئے اس کے نور سے ظلموں کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں۔ اس کامیابی سے مقرب فرشتے خوشی سے جھوم اٹھے انبیاء کرام کی آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اس سے بڑھ کر کیا انعام ہوسکتا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے تمھیں وہ لشکر بنایا جس کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہوا تمھیں وہ لشکر بنایا کہ جس نے نبوت سے آنے کے بعد پھر سے ایمان ویقین کا علم بلند کیا۔ یہ ایسی کامیابی ہے کہ جس سے شہری ودیہاتی خواندہ وناخواندہ سبھی خوش ہیں سبھی لوگوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ہے۔ تم خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہارے ارادوں کو پورا کیا جب کہ بنی اسرائیل اس سے عاجز رہے۔ تمھیں کامیاب کیا جب کہ تم سے پہلے بہتوں کو ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔ اس کے سبب تمھیں متحد کیا اس سے پہلے تم منتشر تھے۔

مبارکباد قبول کرو کہ اللہ نے تمہارا ذکر اپنے فرشتوں میں کیا تم اپنی خواہشات کے غلام تھے تمھیں اپنے لشکر کا سپاہی بنایا آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے تمہارے شکرگذار ہوئے تمہاری اس کامیابی پر کہ تم کو اس گھر کی طرف توحید کے اچھے مظاہرے کی توفیق ہوئی۔ تم نے حمد وثنا اور خدا کے ذکر کو پھیلایا اس کی راہ سے شرک کی پلیدگی کو ختم کیا غلط اور خبیث اعتقاد کے پردوں کو چاک کیا تمہارے لئے ملائک آسمانوں پر استغفار کررہے ہیں اچھی دعائیں دے رہے ہیں۔ دوستو تم خدا کے انعام کی قدر کرو اللہ کے خوف واطاعت کو اپنا شعار بنالو اور تادم آخر اس میں کوتاہی نہ کرو کہ تقویٰ اختیار کرنے والے محفوظ وبےخطر ہوتے ہیں جو اس کی ڈوری کو مضبوط پکڑ لیتا ہے کامیاب بامراد ہوتا ہے حرص وہوس کی لغزش وخطا سے احتراز کرو اپنے آپ کو پہلے کردار پر لوٹنے، دشمنوں کے سامنے پھر سے شکست خوردگی کی ذلت سے بچاؤ اس زریں موقع کو غنیمت ورحمت الٰہی کا ثمرہ سمجھو اور جو نادر اور تمہارے منصب ایمان ویقین سے پست چیزیں باقی ہیں انھیں بھی ختم کرو۔ دل کھول کر خدا کے راستے میں جہاد کرو۔ اللہ کے بندو تم اپنے آپ کو اس کی رضا کے بدلے بیچ دو۔ اس نے تم کو اپنے بہترین بندوں میں سے بنایا تم پر احسان کیا دیکھو شیطان تم کو کہیں پھر سے رسوا نہ کرے سرکشی و زیادتی پھر سے تم میں گھر نہ کرے اس لعنت سے بچو کہیں شیطان تم کو فریب میں ڈالے اور یہ باور کرائے کہ تمہاری یہ کامیابی تمہاری تلواروں اور قوت بازو کا نتیجہ ہے نہیں خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ یہ کامیابی اللہ اور صرف اللہ کے فضل وکرم کا نتیجہ ہے جو غالب اور کارآفریں ہے اس زبردست فتح اور رحمت الٰہی کے شکرانے میں منہیات وممنوعات سے بچو۔ ایسی کوتاہی سے بچو جو تمہارے کئے کرائے پر پانی پھیردے۔ تم اس عورت کے مثل نہ بنو جو سوت کاتتی تھی پھر اس کے ایک ایک ریشے کو الگ کردیتی تھی۔

تم جہاد کو اپنا شیوہ بنالو تمہاری عبادتوں میں سب سے بہتر وافضل اور عادات واطوار میں سب سے برتر ہے۔ تم اللہ کی مدد کرو اللہ تمہاری مدد کرے گا تم اللہ کے راستے میں جہاد کا خیال رکھو وہ تمھیں یاد رکھے گا تم اللہ کا شکر ادا کرو وہ تمھیں ترقی دے گا قبولیت بخشے گا۔ تم دشمنوں کی سرکوبی اور خدا کی نافرمانی کے روگ کو ختم کرنے کی جدوجہد کرو روئے زمین کے ان حصوں کو بھی پاک کرو جہاں کی نافرمانیوں نے خدا اور رسول کے غضب کو بھڑکا دیا ہے۔ تم کفر کی شاخوں کو کاٹ دو اس کی جڑوں کو اکھاڑ دو زمانہ نے پیہم اسلامی حملوں کی آواز لگائی تم نے لبیک کہا اور آگے بڑھے خدا نے تمھیں کامیاب کیا مدد فرمائی اللہ غالب آیا کفر کی طاقت جھکا ہوگئی .... غور کرو تم پر خدا اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھے انھیں کیا کچھ مل گیا۔ یہ ایک زریں موقع ہے اس کو غنیمت جانو نکارلشانے پر آچکا ہے اس کی طرف عقابی ہمت وارادہ کے ساتھ بڑھو حوصلوں کو بلند کرو اپنے مضبوط ارادوں کو اس کی طرف بڑھاؤ معاملہ کا دارومدار اس کے انجام پر ہوتا ہے خدا نے تمھیں اس ذلیل دشمن پر غالب کیا جو تم سے کم نہ تھا بلکہ اس کی تعداد زیادہ تھی۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ تم میں سے ایک ان کے بیس پر بھاری ہے۔ اللہ نے فرمایا اگر تم میں بیس بھی ثابت قدم ہوں گے تو ان کے دو سو پر غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات پر چلنے کی ہم تم سب کو توفیق دے تمکین فرمائے اپنے غیض وغضب سے بچائے اگر اللہ کی مدد تمہاری شامل حال رہی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر ذلیل کرنا چاہے تو پھر کون ہے جو تمھیں عزت دے۔

منی آرڈر کوپن پر اپنا پتہ صاف اور مکمل تحریر کریں تاکہ تعمیل میں دشواری نہ ہو۔

"منیجر"

عربی سے ترجمہ

ممالک اسلامیہ کا مختصر جائزہ

از سید محمد عبدالرشید

سینیگا: یہ ملک طول و عرض میں ۱۹۷۱۶۱ کیلو میٹر ہے یہاں کی آبادی ۳ ملین اور ایک سو چالیس نفر پر مشتمل ہے۔ یہاں کے باشندوں کا اقتصادی مسئلہ زراعت تجارت اور بعض معدنیات سے حل ہوتا ہے۔ یہاں تمباکو کمی لوبیا گوند کی کاشت ہوتی ہے۔ یہاں ۱۹۵۷ء میں ایک یونیورسٹی کا افتتاح ہوا ہے، اور تعلیم کی توسیع کی کوششیں برابر جاری ہیں۔

گانا: اس ملک کی آبادی ڈھائی ملین اور پیمائش ۹۷۸۰۰ مربع میل ہے۔ یہاں کے باشندوں کی غذا کا انحصار خاص کر زراعت پر ہے اسکے علاوہ معدنی سرمایہ بھی برابر بڑھتا جا رہا ہے وہاں کی زرعی پیداوار میں کیلا اناناس اخروٹ لوبیا، اور معدنیات میں ہیرے جواہرات اور لوہا قابل ذکر ہیں جن کی آمدنی ۱۹۶۸ء میں تقریباً ۷۲۰۰۰۰ ملین فرانک تھی۔

سوریا: یہ ملک طول و عرض میں ۱۸۴۹۲۰۰ کیلو میٹر ہے جس کی آبادی ۵۴ ملین ہے یہاں کے باشندوں کی غذا کا انحصار صرف زراعت پر ہے یہاں پیدا ہونے والی چیزوں میں روئی گیہوں جو، انگور ہیں اور معدنیات میں سیسہ تانبا نکل جیرنا اور پیٹرول قابل ذکر ہیں۔

اردن اردن کا کل رقبہ ۹۶۵۱۴ مربع کیلو میٹر ہے یہاں کی آبادی ۱۸۲۴۰۰۰ نفوس پر مشتمل ہے اردن کے باشندوں کی غذا کا دار و مدار، زراعت، معدنیات، اور بھیڑ بکریوں پر ہے یہاں کی زرعی پیداوار میں گیہوں اور جو ہے جن کی سالانہ مقدار علی الترتیب ۱۱۴ ہزار ٹن اور ۲۵۶ ہزار ٹن ہے اور معدنیات میں فاسفیٹ ہے جس کی سالانہ مقدار ۱۸۱ ہزار ٹن اسکے بعد جو تناسب سامنے آتا ہے اردن کا بیشتر حصہ ناہموار اور پتھریلا ہے یہاں زیتون کی بھی کاشت ہوتی ہے اردن میں ۸۹۰ سرکاری اور ۲۴۴ پرائیویٹ اسکول ہیں۔

ٹیونس ٹیونس کی آبادی ساڑھے چار ملین انسانوں پر مشتمل ہے اور کل رقبہ ۴۴۴ ہزار مربع میل ہے یہاں کے باشندوں کی غذا کا مسئلہ زراعت، بھیڑ بکریوں اور لوہا، چاندی، سیسہ اور فاسفیٹ کی کان کنی سے حل ہوتا ہے۔ قابل کاشت زمین کی مقدار نو ملین ہکٹر ہے اور بھیڑ بکریوں کی تعداد چار ملین تین سو ہزار ہے جس کی سالانہ آمدنی ۱۹۶۸ء میں ۱۲۴ ملین دینار تک ہوتی تھی۔

انڈونیشیا انڈونیشیا تین ہزار جزیروں میں بٹا ہوا ہے جس میں سب سے بڑا جزیرہ جاوہ ہے۔ انڈونیشیا کا کل رقبہ ۵۷۸ ہزار مربع میل ہے اور کل آبادی ۹۷ ملین انسانوں پر مشتمل ہے جس میں سے تہائی حصہ صرف جاوہ میں آباد ہے دنیا کی تقریباً سو فی صدی کونین یہاں سے برآمد ہوتی ہے اسکے علاوہ دنیا کی تقریباً ۸۳ فیصدی سیاہ مرچ بھی یہاں سے برآمد ہوتی ہے۔ یہاں کے تقریباً ۷۰ فیصد کی لوگ زراعت کرتے ہیں اس کے علاوہ یہاں پیدا ہونے والی معدنیات بھی لوگوں کے اقتصادی مسئلہ کو ایک حد تک پوری کرتی ہیں یہاں کی بری فوج ۲۹۰ ہزار اور بحری ۴۰ ہزار اور ہوائی ۲۲ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔

عراق عراق کا کل رقبہ ۴۴۴۴۴۲ مربع کیلو میٹر ہے یہاں کی آبادی ۸۲ ملین انسانوں پر مشتمل ہے۔ میوہ جات کے درختوں کی تعداد تقریباً ۱۵ ملین ہے، اور صرف کھجور کے درختوں کی تعداد ۳۰ ملین ہے۔ کھجور کی برآمد میں عراق کو امتیازی حیثیت حاصل ہے کیونکہ دنیا کی پیدا ہونے والی کھجور کا اسی فیصد حصہ عراق ہی میں پیدا ہوتا ہے یہاں تقریباً ۱۷ ملین بھیڑ بکریاں بھی ہیں یہاں کی سب سے اہم صنعت مٹی کا تیل نکالنا اور اس کی صفائی کرنا ہے۔

کمرون یہ ملک ۴۷۴ ہزار مربع کیلو میٹر پر مشتمل ہے یہاں کے باشندوں کی تعداد ۱۹۶۵ء کی مردم شماری کے مطابق ۵۲ ملین ہے ۱۹۶۲ء میں یہاں ایک یونیورسٹی قائم ہوئی ہے۔ یہاں کے باشندوں کی غذا کا انحصار مختلف زرعی پیداوار پر ہے جو اندرون ملک ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اور معدنیات میں صرف المونیم پایا جاتا ہے۔

لیبیا لیبیا کے طول و عرض کی پیمائش ۶۷۹ ہزار مربع میل ہے جس میں سے نوے فیصد حصہ صحرائی ہے یہاں کی آبادی ملین سے زیادہ افراد پر مشتمل ہے ۱۹۵۸ء سے لیبیا کی اقتصادی حالت بہت بہتر ہو گئی ہے۔ کیونکہ ۱۹۵۸ء میں یہاں کی زمین میں پٹرول کا انکشاف ہوا تھا اسی وقت سے لیبیا کے باشندوں کے اقتصادی مسئلہ کا انحصار پٹرول پر ہو گیا ہے اور آج لیبیا میں پٹرول کے ۲۳ غیر ملکی کارخانے کام کر رہے ہیں۔

مالی یہ ملک ۱۲ ملین مربع کیلو میٹر ہے اور باشندوں کی تعداد ۴۳۵۷۰۰۰ ہے یہاں کا اقتصادی مسئلہ بھیڑ بکریوں جانوروں چوپایوں اور زراعت پر ہے۔ دریائے نیجر میں بند بنانے کی وجہ سے یہاں کی زرعی پیداوار اور بڑھ گئی ہے۔ اور چاول و مونگ پھلی کی پیداوار بھی بڑھ جانے کے امکانات ہیں جسکی پیداوار پانی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم تھی۔ یہاں پیدا ہونے والی چیزوں میں لوبیا اور چاول قابل ذکر ہیں۔ اور یہاں سے سپلائی ہونے والی چیزوں میں چاول روئی لوبیا جانور اور چمڑا ہے۔

نائیجریا نائیجریا کے اکثر باشندے افریقہ میں ہیں جو حکومت افریقہ کے ماتحت ہیں ان لوگوں کی تعداد ۵۶ ملین ہے یہ ملک رقبہ میں ۳۵۶۶ ہزار مربع میل ہے یہاں کے لوگوں کی غذا کا انحصار معدنیات پر ہے۔ اس ملک سے ایک کثیر تعداد میں چمڑا بھی سپلائی ہوتا ہے اور اس میں اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔ کیونکہ یہاں حیوانوں کا کافی ذخیرہ موجود ہے معدنیات میں کوئلہ پٹرول اور دوسری چیزیں بھی شامل ہیں۔

جزائر الجزائر کے باشندوں کی تعداد تقریباً ۱۴ ملین ہے اور رقبہ ۹۱۷۸۰۰ ہزار مربع میٹر ہے اور قابل کاشت زمین ۶۷ ہکٹر ہے یہاں سب سے زیادہ مقدار میں پیدا ہونے والی چیزوں میں گیہوں ہے جس کی سالانہ پیداوار ۱۵۱ ملین کوئنٹل ہے اس ملک میں لوہا فاسفیٹ کے علاوہ اور دوسری دھاتیں بھی نکلتی ہیں، اور پٹرول برآمد کرنے والے ملکوں میں اس ملک کا بھی شمار ہے۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء
کے اردو اخبار
"تعمیر حیات"
کا
مطالعہ کیجئے اور اسکی توسیع اشاعت میں حصہ لیجئے

ارشادات حکیم الامۃ حضرت مولانا تھانوی رح

تلخیص — از مولانا نسیم احمد فریدی امروہی

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مشکل سوالوں کا جواب بھی دل میں ڈال دیتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ اپنی جماعت کے ایک مولوی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب میں تقسیم فرمایا ہے کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ بعض مخالفین اس پر کہتے ہیں کہ ہم تو مولانا کے قول کو صحیح سمجھتے ہیں اس لئے ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ وہ کچھ نہ تھے۔ یہ نقل کرکے (ان مولوی صاحب نے) کہا کہ شبہ کی تو بات ہے۔ مولانا کو سچا سمجھ کر پھر ان کے معتقد ہونے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا کہ مولوی صاحب تعجب ہے کہ آپ جیسا عالم اور ایسی بات میں شبہ۔ اب اس کا جواب سنئے۔ کمالات کی دو قسمیں ہیں ایک کمالاتِ واقعہ اور ایک کمالاتِ متوقعہ تو حضرت مولانا کا یہ فرمانا کہ میں کچھ نہیں ہوں۔ یہ کمالاتِ متوقعہ کے اعتبار سے ہے۔ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے۔ غرض اللہ کا شکر ہے کہ ہر ضروری چیز کا حل قلب میں رکھ دیا ہے کہیں گاڑی نہیں اٹکتی اور یہ سب اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت ہے۔ باقی مجھے تو کچھ آتا جاتا نہیں۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ اہل تحقیق کا قول ہے کہ سلطنت کا زوال ظلم سے ہوتا ہے کفر سے نہیں ہوتا۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ سلف، علوم میں محض قیل و قال پر اکتفا نہ کرتے تھے۔ بلکہ علوم سے ضروری نفع حاصل کرتے تھے اور خلف، اکثر زوائد میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ اخیر شب میں نزول رب الی السماء کی جو حدیث ہے اس سے سلف نے تو یہ کام لیا کہ اس سے ان کو رات کو اٹھ کر نماز پڑھنے کی اور ابتہال الی اللہ کی رغبت ہوگی اور انھوں نے اس حدیث کے متعلق کبھی یہ تفتیش نہیں کی جب حق تعالیٰ جسم سے منزہ ہیں تو نزول الی السماء کے کیا معنی؟ اور واقعی کام کرنے والوں کی یہی شان ہوتی ہے۔ وہ قیل و قال کو کہاں پسند کرتے ہیں اور نہ وہ دلائل فلسفیہ پر مدار رکھتے ہیں جیسا آجکل دلائل فلسفیہ پر مدار سمجھتے ہیں جو بالکل غلط طریق ہے آخر کہاں تک یہ چل سکتے ہیں۔ کہیں تو جا کر انجن فیل ہوگا۔ اس راہ میں یہ سب چیزیں راہزن ہیں۔ ہاں اگر بضرورت اس میں کلام و بحث ہو اور تجاوز نہ ہو تو ایک درجے میں کارآمد بھی ہے۔ غرض ان چیزوں پر مدار نہیں۔ مدار وہی ہے جس کو صحابہ نے نمونہ کرکے دکھلا دیا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سنا اس پر عمل شروع کر دیا۔ نہ دلائل فلسفیہ کی تلاش نہ حکم اور اسرار کی جستجو نہ کسی قیل و قال سے مطلب۔ سو اس راہ میں اس طرح کام بن سکتا ہے کہ سب (موشگافیوں) کو خیرباد کہہ کر کام میں لگ جائے ...... اور یہ دولت پیدا ہوتی ہے اہلِ محبت کی صحبت میں رہنے سے، اس کی خدمت میں اپنی ہر حالت بیان کرنے سے اور جو وہ تعلیم کرے اس پر عمل کرنے سے ......

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام سے حقیقی غلطی نہیں ہوتی ان کی شان ہی یہ ہے کہ غلطی سے معصوم ہوں اور اگر بظاہر کوئی غلطی معلوم بھی ہو تو اس غلطی کو حق تعالیٰ ہی غلطی فرما سکتے ہیں۔ ہم کو حق نہیں کہ ہم اس کو غلطی کہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں وہ غلطی ہوتی ہی نہیں بلکہ وہ طاعت ہوتی ہے مگر وہاں کوئی طاعت اس سے بڑھ کر ہوتی ہے جو فوت ہو گئی جس کے مقابلے میں اس کو غلطی فرمایا جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بڑی طاعت کے مقابلے میں چھوٹی طاعت کو غلطی کہا گیا۔ خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ اس سے افضل کے ترک کو غلطی فرمایا۔ مثلاً آدم علیہ السلام نے گندم کھایا اس طمع میں کہ فرشتہ ہو جاؤں تو کیا یہ خیال آدم علیہ السلام کا فرشتہ ہونا چاہا، غیر طاعت تھا؟ ظاہر ہے کہ طاعت ہی تھا مگر اس سے بڑھ کر طاعت یہ تھی کہ بشریت پر ترقی فرماتے بس اس کا ترک افضل کا ترک تھا اور وہ بھی اجتہاد سے جس کی وجہ سے اس میں اور خفت آگئی۔ اسی سلسلۂ کلام میں حضرت حاجی صاحب رح کی تحقیق بیان فرمائی کہ معرفتِ الٰہیہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک معرفت ہوتی ہے علمی اور ایک ہوتی ہے حالی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو معرفتِ علمی تو حاصل تھی لیکن معرفتِ حالیہ اس واقعہ پر موقوف تھی چنانچہ اگر ان سے مواخذہ نہ ہوتا تو مغفرت کی معرفتِ حالیہ نہ ہوتی۔ اسی طرح توبہ کے بعد معافی سے تواب کی معرفتِ حالیہ حاصل ہوئی۔ تو اس واقعہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے معارف میں ترقی ہوئی گو صورۃً تنزل ہوا۔

ایک ضعیف العمر حضرت رح کے یہاں مہمان ہوئے حضرت والا نے فرمایا کہ یہ بڑے میاں ہمارے پیر بھائی ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ پیر بھائی تو کم لوگ ہیں اور مرید زیادہ ہیں اس لئے پیر بھائیوں سے مل کر بڑا ہی جی خوش ہوتا ہے اور ان سے مل کر طبیعت میں ایک خاص تازگی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ میں جب گنگوہ جاتا تھا تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ تم آ جاتے ہو تو دل زندہ ہو جاتا ہے اسی واسطے حضرت میرے سامنے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت تذکرہ فرمایا کرتے تھے سمجھتے تھے کہ میں نے حضرت حاجی صاحب رح کو دیکھا ہے اسلئے ان کو اس تذکرے میں زیادہ لطف آتا تھا۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ نفس سے ہمیشہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ جب موقع پائے گا اور اسباب دیکھے گا ضرور اپنا کام کئے بغیر نہ رہے گا۔ جو لوگ اپنی اصلاح کامل (طریقے سے) کر چکے ہیں۔ بے فکری تو ان کے لئے بھی خطرے سے خالی نہیں مگر پھر ایک وجہ سے ان کے لئے سہولت ہے کہ وہ عین وقت پر بھی علم اور تجربے کی وجہ سے اس کو قابو میں کر سکتے ہیں ورنہ ایسے نفس کی حالت منہ زور گھوڑے کی سی ہے۔ جب قابو سے نکل جاتا ہے آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتا۔ جو کچھ ضرر اس سے صادر ہو وہ کم ہے۔ اسلئے ہر وقت ہوشیار رہنے اور انتظام رکھنے کی ضرورت ہے۔ جنھوں نے اس کی حقیقت پہچان لی ہے۔ وہ ہر وقت اس کی فکر میں رہتے ہیں اس سے بے فکری کسی وقت بھی اور کسی کو بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کبھی بے فکری ہوگی دھوکہ کھائے گا۔ سانپ ہے کیا بے فکری وہ تو موقع پاتے ہی اپنا کام کرے گا۔ بس یہی حالت اس نفس کی ہے یہ تو اسی وقت تک قابو میں ہے جب تک اس کی فکر (کے ساتھ نگرانی) ہو اور جس طرح یہ تاک میں ہے اس کی بھی کوئی تاک میں ہو ورنہ یہ تو اژدہا ہے۔ شیطان اس قدر خطرناک نہیں جتنا یہ ہے۔

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میرے اظہار حق کا معیار یہ ہے کہ اس کا منشا نہ کسی کی عداوت ہو نہ کسی کی رعایت، محض تدین ہو۔ گو اس میں غلطی بھی ہو جائے کیونکہ غلطی سے کون خالی ہے؟ بشریت میں غلطی ہوتی ہے۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ ایسے کام جن کی دوسروں کو فرمائش کرنا گوارا نہ ہو یا مرضی کے موافق کام ہونے کی امید نہ ہو ان کو تو خود کر لیتا ہوں ورنہ اب کام ہوتا نہیں قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں۔ تصنیفات کا کام بھی اب قریب قریب بند ہونے کے ہے۔ اللہ کا شکر ہے اور احسان ہے کہ بہت کچھ کام ہو گیا

---

[1] ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی میں بھی ایک ملفوظ اسی مضمون کا ہے۔

صرف یوں ضرورت نہیں اور جب ضرورت ہوگی حق تعالےٰ اپنے کسی اور بندے کو پیدا فرما دیں گے۔ کام کرنا کون سے فخر کی بات ہے یہ تو اُن کا فضل اور احسان ہے کہ کسی سے اپنا کام لے لیں (ہاں) مسرت ضرور ہوتی ہے۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ تقویٰ اور طہارت کی تو ہر طبقے میں کمی ہوگئی ہے خواہ علماء ہوں یا درویش، خواہ زاہد ہوں یا عابد، یہ چیز قریب قریب بہت ہی کم کسی میں پائی جاتی ہے احتیاط رہی ہی نہیں ـــــ یہی وجہ ہے کہ نہ دین کے کاموں میں برکت نہ دنیا کے۔ اس کے نہ ہونے سے نحوست تو بڑھ گئی اور خیر و برکت جاتی رہی۔ سب گاڑیاں تقوے اور طہارت کی اسٹیم سے چلتی ہیں اور یوں دھکیلنے سے کیا ہوتا ہے۔

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ مسلمان اگر تباہ اور برباد نہ ہوں تو اور کیا ہوں اور اس کی تباہی اور بربادی کی وجہ زیادہ تر بد انتظامی ہے جو دلیل ہے بے فکری کی ..... اس بے فکری کی بدولت دنیا تو دنیا دین تک تباہ و برباد ہو جاتا ہے میں کیا عرض کروں میری جو آنے والوں کے ساتھ لڑائی ہوتی ہے اُس کا اصل سبب یہی ہے کہ لوگوں میں فکر نہیں جو جی میں آیا کر لیا جو جی میں آیا کہہ ڈالا نہ اصول نہ یہ خبر کہ ہماری اس حرکت سے لوگوں کو اذیت ہوگی یا نہیں؟ محض سست ہیں اور میں فکر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ روک ٹوک، مواخذہ، محاسبہ، دار و گیر کرتا ہوں ..... بس یہی لڑائی ہے اس پر خفا ہوتے ہیں یہاں سے جا کر بدنام کرتے پھرتے ہیں کہ سخت گیر ہے، بد خلق ہے۔ مزاج میں تشدد ہے۔ حالانکہ میں سخت نہیں البتہ مضبوط ہوں۔ ان معترضوں کو ابھی تک سختی اور مضبوطی میں فرق ہی معلوم نہیں۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ جو چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتوں تک میں پائی جاتی ہیں۔ وہ اس وقت کے بہت سے علماء و مشائخ میں نہیں۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کا بچہ بیمار ہوا اور مر گیا۔ شب کا وقت تھا۔ انھوں نے بیٹے کے انتقال کی خبر اپنے خاوند یعنی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو نہیں کی تاکہ صبح تک پریشان نہ رہیں۔ اول حضرت ابو طلحہؓ نے بیٹے کو پوچھا کہ اب کیا حالت ہے؟ جواب میں کہا کہ سکون ہے۔ واقعی موت سے بڑھ کر سکون کی اور کیا چیز ہوگی۔ معمول کے مطابق خاوند کی خدمت کی۔ چہرے سے بھی کوئی ملال یا رنج کا اظہار ہونے نہ دیا۔ کھانا کھلایا، بستر لگایا..... جب تمام شب گذر چکی اور صبح ہوئی تو میاں سے مسئلہ پوچھا کہ کسی نے ایک شخص کے پاس کوئی امانت رکھی۔ اب وہ اُس کو مانگتا ہے اُس کو بخوشی اُس کے سپرد کر دینا چاہیئے یا رنج کرنا چاہیئے۔ صحابیؓ نے کہا کہ بخوشی سپرد کر دینا چاہیئے۔ رنج کی کیا بات ہے۔ تب کہتی ہیں کہ لڑکے کا انتقال ہو چکا ہے اس کو دفن کرا دو۔ صحابیؓ نے فرمایا کہ بھلی مانس رات بھر تم نے اس کا ذکر نہیں کیا وہ جواب دیتی ہیں کہ کیا نتیجہ ہوتا۔ میں تو پریشان تھی ہی تم بھی پریشان ہوتے۔ اللہ اللہ ـــــ یہ عورتیں تھیں ذکر کر دینا تو آسان ہے مگر جب اپنے پر گزرے تب پتہ چلے ـــــ اللہ اکبر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی کیا شان تھی۔ عرب کی پہلے کیا حالت تھی۔ آپؐ کی برکت سے کیا سے کیا ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نظر سے (عرب والے) کیمیا تو کیا (دین کے) کیمیا ساز بن گئے۔ سبحان اللہ۔

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ میں معترض کا جواب نہیں دیتا۔ کہہ دیتا ہوں کہ جو کام ہم سے ہو سکا کر دیا اب جو تم سے ہو سکے تم کرو۔ یہ کیا ضروری ہے کہ سارا کام ایک ہی کے ذمہ رکھا جائے۔ بعض لوگ تصانیف کے متعلق مشورہ دیا کرتے ہیں کہ اس میں فلاں کمی رہ گئی میں کہہ دیتا ہوں، تم کمی کو پورا کر دو۔ اس سے زیادہ قیل و قال کرتے نہیں۔ مثلاً یہ دعویٰ کروں کہ نہیں یہ کام پورا ہے اس میں کمی نہیں۔ فضول وقت صرف ہوتا ہے اور آدمی ضروری کاموں سے رہ جاتا ہے۔ اپنے بزرگوں کا یہی مسلک اور مشرب تھا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ کبھی قیل و قال میں نہ پڑنا۔ اگر کوئی معترض ہو تو سب رطب دیا بس اُس کے حوالے کرکے الگ ہو جانا اور کسی ضروری کام میں لگ جانا۔ یہ طریق کو مجھ کو نہایت ہی پسند ہے اور اس سے بے حد نفع ہوا، ورنہ بہت سے ضروری کام رہ جاتے۔ اللہ کا شکر ہے کہ انھوں نے ہمیشہ فضول اور عبث سے محفوظ رکھا ـــــ

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ دعاء، التجا اور توبہ تو بالکل متروک ہی (سی) ہوگئیں دنیا دار تو کیا (بہت سے) دیندار وں میں بھی یہ چیزیں نہیں ہیں کچھ لوگوں میں خشکی اور افسردگی سی آگئی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کام میں برکت و حلاوت نہیں معلوم ہوتی ـــ ہر چیز میں روکھا پن سا معلوم ہوتا ہے۔ یہ دو چیزیں دعاء اور توبہ، حقیقت میں مصائب و شرور کے مقابلے میں ڈھال اور ہتھیار ہیں مگر ان ہی سے لوگوں کو غفلت ہے۔ البتہ جب کوئی مصیبت سر ہی پر آ پڑتی ہے اس وقت ہوش آتا ہے۔ پھر تو وہی حالت ہوتی ہے جیسے ایک شخص گھوڑا خریدنے جا رہا تھا۔ ایک ملنے والے راستے میں مل گئے، انھوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ کہا گھوڑا خریدوں گا۔ انھوں نے کہا کہ میاں انشاء اللہ تعالےٰ تو کہہ لیا ہوتا۔ کہنے لگے کہ اس میں اللہ کے چاہنے کی کونسی بات ہے۔ روپیہ میرے پاس موجود ہے، گھوڑے بازار میں۔ میں جاؤں گا، خرید لاؤں گا۔ یہ بیچارے خاموش ہوگئے۔ بازار پہونچ گھوڑا پسند کرکے سودا کیا، طے ہو جانے کے بعد روپیہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا، وہاں پہلے ہی گرہ کٹ نے جیب اُڑا لی تھی۔ خالی ہاتھ ہلاتے آ رہے تھے، وہی شخص پھر ملے پوچھا کہ بھائی گھوڑا خرید لائے؟ تو کہتے ہیں کیا بتلاؤں انشاء اللہ۔ میں بازار پہونچا انشاء اللہ ـــــ گھوڑا پسند کیا انشاء اللہ۔ سودا طے ہوا انشاء اللہ۔ روپیہ دینے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا انشاء اللہ۔ کسی گرہ کٹ نے جیب کاٹ کر روپیہ اُڑا لیا انشاء اللہ۔ گھوڑا نہ خرید سکا۔ انشاء اللہ۔ ـــــ اب موقع بے موقع انشاء اللہ ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ مستقبل پر ہوتا ہے۔ ماضی پر تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ مگر وہ ماضی پر بھی انشاء اللہ بول رہے ہیں۔ ـــــ بس اسی طرح جب مصیبت سر پر آ پڑتی ہے اُس وقت توبہ بھی ہے، دعا بھی ہے، الحاح و زاری بھی ہے۔ اللہ اللہ بھی ہے مگر حالتِ فراغ اور حالتِ صحت میں اِن چیزوں کی طرف مطلق التفات نہیں ـــ

ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا کہ طاعت بڑی چیز ہے اُس کے آثار چہرے تک پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ اور یہ حالت ہوتی ہے ؎

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی
نیک بیں باشی اگر اہلِ دلی

اس کا خوب ترجمہ کیا ہے (مولانا نور الحسن صاحب کاندھلوی نے) ؎

مردِ حقانی کی پیشانی کا نور
کب چھپا رہتا ہے پیشِ ذی شعور
سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ[1]

کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ خلاف نافرمانی (اور معصیت) کے کہ اُس سے چہرے پر ظلمت اور وحشت برسنے لگتی ہے ظاہری حسن اور جمال کو بھی خاک میں ملا دیتی ہے۔ اور باطن کو اس قدر خراب اور برباد کرتی ہے کہ قریب قریب باطن تو مُردہ ہی ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ معصیت سے دل پر ایک سیاہ دھبہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر توبہ نہ کی تو وہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ سارے قلب کو گھیر لیتا ہے۔ اسی کو مولانا (رومیؒ) فرماتے ہیں ؎

ہر گنہ زنگے است بر مرآۃِ دل
دل شود زیں زنگ با خوار و خجل
چوں زیادت گشتِ دل را تیرگی
نفسِ دوں را بیش گردد خیرگی

ترجمہ: دل کے آئینہ پر ہر گناہ ایک زنگ ہے۔ جس سے دل خراب اور ذلیل ہو جاتا ہے جب دل پر تیرگی اور تاریکی زیادہ ہو جاتی ہے تو پھر نفسِ امارہ کی خیرگی اور آشفتگی بھی بڑھ جاتی ہے۔

---

[1] ان کی نیکی و تقویٰ کا نشان اُن کے چہروں میں ہے اثر سجود سے۔

نائیجیریا

ظہیر نیازی

یکم اکتوبر ۱۹۶۰ء کو نائیجیریا نے برطانیہ کے طوقِ غلامی سے چھٹکارا پایا اور عروسِ آزادی سے ہم آغوش ہوا۔ وفاقی جمہوریہ نائیجیریا کے پہلے وزیر اعظم کی حیثیت سے الحاج ابوبکر تفاوا بلیوا نے عنانِ حکومت سنبھالی اور نئی آزاد حکومت نے ان کی سربراہی اور قیادت میں پروان چڑھنا شروع کیا۔

نائیجیریا پورے ساٹھ برس تک برطانیہ کا غلام رہا تھا۔ آزادی مل گئی تھی۔ مگر سیکڑوں مسائل منھ پھاڑے کھڑے تھے۔ عوام نے اپنے محبوب رہنما سر ابوبکر تفاوا بلیوا کی رہنمائی میں عزم پیہم اور جد مسلسل کے ذریعے ملک کو ترقی اور خوشحالی کے راستے پر گامزن کر دیا الحاج ابوبکر تفاوا بلیوا نائیجیریا کے مقبول ترین لیڈر تھے۔ اربابِ سیاست ان کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے تھے اربابِ علم و دانش اس کی ذہانت، دور اندیشی اور مدبرانہ صلاحیت پر عش عش کرکے رہ جاتے۔ اگرچہ حبشہ (موجودہ ایتھوپیا) براعظم افریقہ کا ایک مشرقی ملک ہے۔ اور نائیجیریا مغربی، مگر عوام کی بہت سی عادتوں، رسم و رواج وغیرہ میں دونوں ملک میں بڑی حد تک مماثلت ہے ـ سر ابوبکر کی بعض دینی خوبیوں اور مذہبی کردار کو دیکھ کر حضرت بلال حبشیؓ کی یاد آجایا کرتی تھی، مگر افسوس نائیجیریا کے اس عظیم رہنما کو کچھ ملک دشمن عناصر نے قتل کرا دیا ایک اور باصلاحیت ہستی تھی۔ نائیجیریا کے سر احمدو بیلو کی۔ انھیں بھی قتل کر دیا گیا۔ یہ شمالی نائیجیریا کے وزیر اعظم تھے

شمالی نائیجیریا کی اکثریت مسلمانوں کی ہے آبادی اس علاقہ کی تقریباً دو کروڑ ہے (ایک کروڑ پچاسی لاکھ سے زیادہ) مسلمانوں کی اکثریت والے اس شمالی علاقہ کو آزادی پہلے ملی تھی۔ پھر بعد میں وفاقی نائیجیریا یعنی جنوبی حصہ کو بھی مکمل طور پر آزاد کر دیا گیا۔ مسلم آبادی میں کثر یہاں کے قدیم باشندے ہیں اور قبیلوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کے لباس، ان کی زبان اور ان کے رسم و رواج میں عجیب و غریب باتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ یہ بڑے اچھے اور بھلے لوگ ہیں یہ اپنی محنت و مشقت اور کارکردگی کی خوبیوں کے لئے مشہور ہیں۔ شمالی علاقے کے یہ لوگ بڑے اچھے اور ذمہ دار شہری بھی ہیں۔ اور اپنی شہرت کے فرائض و حقوق کو بھلی بھانتی پہنچاتے ہیں۔ اس علاقہ میں ایک بار "اپنی مدد آپ" تحریک بڑے زور شور سے چلی اور نتیجے میں سڑکوں کی تعمیر ہوئی، اسکول وغیرہ وجود میں آئے یہاں تک کے پورا گاؤں کا گاؤں ہی بنا ڈالا محنت کشوں نے۔ آزادی ملنے کے قبل اس علاقے کی کیبنٹ کی صدارت یہاں کا گورنر کیا کرتا تھا۔ بعدِ آزادی وزیر اعظم کیبنٹ کا سربراہ ہوا۔ اس علاقہ کے پہلے وزیر اعظم سر احمدو بیلو سردونا کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی قدر و شخصیت تمام انسانی خوبیوں کی آئینہ دار تھی آپ کو سر کے خطاب سے ملکہ ایلزبتھ دوم فرمانروائے برطانیہ (یونائیٹڈ کنگ ڈم) نے نوازا تھا۔ عوام نے اس موقع پر شادمانیوں کی قندیلیں روشن کی تھیں۔

زراعت اور کھیتی باڑی یہاں کی معیشت کی ریڑھ ہے۔ دنیا میں مونگ پھلی (چینیا بادام) کی جس قدر پیداوار ہوتی ہے۔ اُس کا ۳۰ فیصدی یہیں ہوتا ہے۔ مورو کو لیور؟ یہیں کی چیز ہے جسے شہرت عام حاصل ہے مونگ پھلیوں سے بھری ہوئی بوریوں کی قطاریں ذخیرے کی شکل میں یوں نظر آتی ہیں جیسے پیرامڈ! غلے اور اسباب سے لدے ہوئے اونٹوں کے کارواں کی منزل کسی زمانہ میں شمالی نائیجیریا کی بستی کانو تھی۔ کانو آج بھی تجارت و صنعت ایک بڑا مرکز ہے۔ آج کل کانو نے جدید شہر کی شکل اختیار کر لی ہے اور اسے ریلوں کے ذریعے ملک کے دوسرے بڑے بڑے شہروں سے ملا دیا گیا ہے۔ اونٹوں کی قطاریں کبھی کبھار آج بھی نظر آجاتی ہیں۔ جو گزرتے دنوں کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ کانو کا بازار آج افریقہ کا سب سے بڑا بازار شمار کیا جاتا ہے۔

شمالی نائیجیریا ہاتھوں کرگھوں کی بنائی، چمڑے کا کام، نقاشی، ظروف سازی وغیرہ کے لئے جہاں شہرت رکھتا ہے۔ وہیں جدید ترین مصنوعات کی پیداوار میں بھی زمانے کے شانے سے شانہ ملا کر چل رہا ہے چنانچہ عطر، پوڈر، صابن، مٹھائیاں، ربڑ اور پلاسٹک کے جوتے، موم جامہ، اسباب وغیرہ بھی یہاں بڑے ڈھنگ سے تیار کی جاتی ہیں، یہاں کے ایک شہر زریا میں ریل کی مرمت کا کارخانہ قائم ہے۔ برگودی کے مقام پر کشتی سازی کا کارخانہ، کدونا میں ٹیکسٹائل، مزدام میں بڑے پیمانے پر ڈیری فارم اور دیگر شہروں میں اسی طرح بہت سے ترقیاتی منصوبوں کے مطابق صنعت و حرفت کے وسائل موجود ہیں۔ اس قسم کی صنعتی سرگرمیوں سے ملک کی خوشحالی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مجموعی آبادی تین کروڑ ۳۰ لاکھ ہے اس ملک کے عوام کی خوشحالی افریقہ کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ افریقہ کے بعض ممالک تو ایسے ہیں۔ جن کے عوام اگر بیس سال تک اور جد و جہد کریں صنعت و حرفت کے میدان میں وہ اس قابل ہوں گے کہ ان کی آمدنی سالانہ نائیجیریائی عوام کے برابر ہو۔

معدنی ٹین کی پیداوار میں نائیجیریا دنیا میں چھٹے نمبر ہے بکرویں کولمبائیٹ کی ایک بہت بڑی کان ہے یہ علاقہ بھی شمالی نائیجیریا ہی میں پڑتا ہے۔ نائیجر اور کدونا ندیوں کو کنٹرول کرکے ہائیڈرو الیکٹرک حاصل کی گئی ہے۔ نائیجیریا کے مغربی علاقے میں جو ٹیلی ویژن سروس قائم کی گئی تھی وہ افریقہ کی پہلی ٹیلی ویژن سروس تھی مغربی نائیجیریا کی آبادی ستر لاکھ سے زیادہ نہیں۔ یہ پورے نائیجیریا میں سالانہ آمدنی کے لحاظ سے بہت زیادہ آگے ہے۔ ایک طرف نائیجیریا کولمبائیٹ کی برآمد میں دنیا میں چوتھا پانچواں مقام رکھتا ہے تو دوسری طرف نائیجیریا دنیا کا اول ایکسپورٹر ہے۔ پام، کرنیل اور کھجور کے تیل کے لئے اور تیسرا مقام اُسے مونگ پھلی کی برآمد کے لئے حاصل ہے۔

نائیجیریا کے تینوں علاقے شمالی، مغربی اور مشرقی کی ایک علیحدہ علیحدہ پارلیمنٹ ہے۔ اور اس پارلیمنٹ کے اندر بھی برطانوی پارلیمنٹ کی طرح دو ہاؤس ہیں۔ اپر اور لوور ہاؤسیز۔ لوور ہاؤسیز کے نمائندے عوام کے ذریعہ چنے جاتے ہیں۔ اور اپر ہاؤسیز کے نمائندے نامزدگی کے ذریعہ۔

آج سے سات سال قبل اس ملک کا نام نائیجیریا پڑا تھا۔ اس نام کی تجویز نائیجیریا کے پہلے گورنر جنرل لارڈ فریڈرک نے پیش کی تھی جو "دی ٹائمز" کے جنوری ۱۸۹۷ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں یہ برطانوی نوآبادی "رائل نائجر کمپنی" کے ماتحت تھی۔ رائل نائجر کمپنی، ایسٹ انڈیا کمپنی سے بہت زیادہ مختلف نہ تھی۔

یہاں کے عوام کھیل کود کے میدان میں بھی دنیا کے کسی ملک سے پیچھے نہیں۔ دولتِ مشترکہ کے کھیلوں (کامن ویلتھ گیمس) کے کئی مقابلوں میں یہاں کے کھلاڑی کئی بار حصہ لے چکے ہیں۔ عوام کے تفریحات میں کھیل کود کو ایک بڑی مقبولیت حاصل ہے۔ لمبی دوڑ اور باکسنگ کے کئی مقابلوں میں نائیجیریا کے بہترین کھلاڑی اور مکّہ باز کئی بار انعام حاصل کرکے عالمی شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ انھیں مشہور مکّہ باز ہاگمن گوڈ اور ڈک ٹائگر نے بہت بڑی بین الاقوامی شہرت حاصل کی ہے۔

یہاں کی شادی بیاہ کی رسمیں بڑی عجیب و غریب ہیں۔ نائیجیریائی عوام کی رنگا رنگ تقریبات بس دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہیں۔ جو قبیلے یہاں کے قدیم ترین باشندے ہیں وہ افریقہ کے دیگر قدیم قبائلیوں سے بہت سے معاملوں میں کچھ زیادہ مختلف نہیں لیکن مجموعی طور پر نائیجیریا کی اپنی ستھری تہذیب ہے اپنا رنگ کردار ہے، اپنی جداگانہ اور مختلف معاشرت ہے۔ عجیب و غریب عادات و اطوار عجیب

نئے زمانے کا ایک نیا مذہب نشہ

از
جناب فرحت قمر ایم اے

اس حقیقت کے باوجود کہ نشہ خوری کو تمام دنیا میں مذموم اور نقصان دہ سمجھا جاتا ہے۔ نشہ خوری کی عادت عالمگیر طور پر بڑھتی جارہی ہے۔ نشہ آور اشیا میں شراب ایک عام اور قدیم چیز ہے لیکن آج کے ترقی یافتہ دور میں تیز دواؤں، گولیوں، کیپسولوں اور نشہ آور انجکشنوں کے دور میں شراب ایک فرسودہ سی شے بن کر رہ گئی ہے۔ شراب کی حیثیت مغربی تہذیب میں تیز کافی کے مقابلے میں معمولی چائے کی طرح رہ گئی ہے۔ تاہم اس کی تباہ کاری دنیا میں کم نہیں ہے۔ شراب پینے والوں کی تعداد کا تو اندازہ بھی نہیں لگ سکتا۔ شراب کے ہاتھوں دماغی و جسمانی طور پر تباہ ہو جانے والوں کی تعداد دنیا میں چھا گئی ہے۔ فرانس میں اس تباہ کاری کا اوسط سب سے زیادہ ہے اور وہاں کی عورتیں بھی دوسرے ممالک کے مقابلے میں اس معاملے میں آگے ہیں۔ شراب کی وجہ سے مرنے والوں کی شرح بھی اس ملک میں سب سے زیادہ ہے۔ اور حکومت کو شرابیوں کی دیکھ بھال و علاج کرنے کے لئے سات ارب روپیہ سالانہ خرچ کرنے پڑتے ہیں

(نیویارک ٹائمز)

امریکہ میں تقریباً ۱۰ کروڑ بوتل یومیہ کے شراب کے استعمال پر سالانہ تقریباً ایک کھرب روپیہ صرف ہوتا ہے۔ مغربی جرمنی میں پکے شرابیوں کی تعداد چھ لاکھ برطانیہ جیسے سنجیدہ اور چھوٹے سے ملک میں پانچ لاکھ اور کناڈا میں تین لاکھ ہے۔ جنوبی افریقہ کی یورپین آبادی میں ہر تین میں سے ایک اور آسٹریلیا میں ہر چھ شرابیوں میں سے ایک درخت روز کا کشتہ ہے۔ (ہیلین تحفہ جون ۱۹۷۶)

روس میں ایک بھاری تعداد و قومی شراب "ووڈکا" کے ہاتھوں تباہ ہے اور ہندوستان میں نشہ بندی کی تمام تر کوششوں کے باوجود نوجوانوں میں شراب نوشی کی عادت بڑھتی جارہی ہے۔

اچھی شراب مہنگی ہونے کی وجہ سے یا شراب پر پابندی کے سبب لوگ "اسپرٹ" تھنر تک پی جاتے ہیں۔ مجبوراً انھی شراب کے علاوہ تیز دل والے تو تیل کے ساتھ مٹی کا تیل بھی پی جاتے ہیں۔ شراب کو اسلام نے ام الخبائث کہا ہے۔ اس کا نشہ انسان کے فکر و ضمیر کو تھپک کر جرم و گناہ کو اس کی نظر میں معمولی بنا دیتا ہے۔ لیکن مذکورہ بالا دیگر نشے انسانی صحت و دماغ کو مکمل طور پر تباہ کر دیتی ہیں جیسے چرس، گانجہ، دھتورا، افیون، کوکین وغیرہ شراب کے علاوہ دیگر نشہ آور اشیا میں بھی کا استعمال اب مشرقی ممالک سے نقل کر

مغربی ممالک میں بھی قبولِ عام حاصل کر رہا ہے۔ لوگ اخلاقی کھوکھلے ہیں اور منفی فکر کی ایسی دلدل میں پھنستے چلے جارہے ہیں کہ اس سے نکلنے کی ان میں ہمت باقی ہے۔ نہ خواہش اور بزبانِ غالب دن رات کی "یک گونہ بے خودی" ہی ان کی مصنوعی نجات رہ جاتی ہے۔

ان کے علاوہ کچھ اور چیزیں بھی ہیں جن کو "مہذب نشہ" "ایل ایس ڈی کی کہانی" مصنف جان کیش میں رقمطراز ہیں کہ "ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تین کروڑ اشخاص خواب آور یا تحریک پیدا کرنے والی گولیوں (پی ای پی PEP PILLS) کے عادی ہیں۔ دواساز کارخانے کھربوں تعداد میں یہ گولیاں اور کیپسول ہر سال بناتے ہیں اور ان کی آدھی تعداد تمام دنیا میں بلیک مارکیٹ میں پھیل جاتی ہے۔ لوگ ان دواؤں سے نشے کا کام لیتے ہیں۔ بڑھتی ہوئی یہ عادت انسانیت کے لئے خطرناک ہے کیونکہ اس قسم کی ادویہ مہلک ہوتی ہیں۔ خواب آور گولیوں سے ہی اندازاً تین ہزار اموات صرف ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ہر سال واقع ہو جاتی ہیں۔ مسکن، درد کش اور مانع حمل گولیاں بھی اپنا کام کرتی ہیں۔ امریکہ کے ڈرگ کمشنر جارج لارک کے بیان کے مطابق ان گولیوں کے استعمال سے موت اور مختلف بیماریوں کے علاوہ نوجوانوں میں جرائم کا رجحان تشدد آمیز قتل، خودکشی اور معاشرے کو تباہ کرنے والی دیگر قبیح حرکات میں قابلِ لحاظ اضافہ ہوا ہے۔ اندازہ کیجئے اس معاشرے کا جہاں "مہذب" انسان سونے کے لئے بھی گولی کھاتا ہے اور جاگ کر چست ہونے کے لئے بھی! دیگر نشوں کی طرح ان اشیاء کی بھی عادت بڑھ جاتی ہے۔ اور نتیجہ میں واقع ہوتے ہیں تشنج کے دورے، اعصاب کی تباہی، دماغ کی نسوں کا پھٹنا یا کلی پن، تشدد کا رجحان وغیرہ۔ ارتقاء کی بلندیوں پر پہنچے آج کے معاشرے میں جس قدر نقصان دہ دوائیاں ہر مسئلے کے حل کے لئے "ایک گولی" کے طور پر کھائی جاتی ہیں، تاریخ کے کسی بھی دور میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ گھر میں موجود رہنے کی وجہ سے بچے بھی آسانی سے ان کا استعمال سیکھ لیتے ہیں۔

موجودہ تہذیب کا ان سب سے خطرناک تحفہ ہے۔ ایل۔ ایس۔ ڈی جو کوکین سے دو سو گنا زیادہ نشہ آور ہے اناج کی ایک بیماری ارگٹ کے مارے ہوئے دانوں کے گاڑھے مغز سے حاصل ہونے والے لائی سرجک ایسڈ سے یہ دوائی "سوئٹزرلینڈ کے ایک کیمیا داں البرٹ ہوف مین نے کوئی بیس سال پہلے تیار کی تھی اور ایک گرام

کے ۵۰۰۰ ویں حصہ کی ایک خوراک خود کھا کر اپنا تجربہ لکھا تھا "مجھے زمان و مکان کا احساس نہ رہا۔ اعضا، اور اعصاب پر قابو ختم ہو گیا۔ مجھے یہ خوف ہونے لگا کہ میں پاگل ہو جاؤں گا۔ کچھ دیر بعد مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اپنے جسم سے باہر نکل رہا ہوں مر رہا ہوں۔" (فطرت کے خطرناک تحفے۔ فضا)

ہوف مین نے صحیح لکھا تھا۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایل ایس ڈی کا اثر۔ ہوف مین خود بھی کئی مہینے تک پاگل رہا۔ انجکشن کے ذریعے خون میں براہ راست شامل کی جانے والی اس مہلک نشے کے اثرات مندرجہ ذیل واقعات سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو آج کے زمانہ میں سماجی اصلاح، جرائم کی روک تھام اور تحقیقات کا کام کرنے والوں نے مختلف لوگوں سے مل کر بیان کیے ہیں۔

ایک شخص نے ایل ایس ڈی کے نشے کے زیر اثر یہ سوچا کہ وہ اڑ سکتا ہے اور اس یقین کے تحت اس نے دسویں منزل کی کھڑکی سے چھلانگ لگا دی۔ ظاہر ہے کہ وہ کیا اڑتا اس کا طائر روح ضرور اڑ گیا۔ ایک اور شخص نے کار چلاتے ہوئے ٹریفک کی سرخ روشنی کو ایک حسینہ سمجھا اور اس کے اشاروں پر عملی طور پر جان دے دی۔ ایک نوجوان نے نشے کے زیر اثر اپنی بصارت جاتی ہوئی محسوس کر کے اپنی آنکھ نوچ پھینکی۔ ایک شخص نے فرش پر اس لئے سونا شروع کیا کہ اس کو اپنا بستر صرف دو انچ کا لگتا تھا۔ ایک اور شخص کو نشے میں احساس ہوا کہ اس کو انسانی قربانی دینی چاہئے۔ اور نتیجہ میں اس نے اپنی محبوبہ کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ ایک لڑکی نیم برہنہ حالت میں چیختی ہوئی سڑک پر نکل آئی کیونکہ اس کو وہم ہو گیا تھا۔ کہ سانپ کی طرح اس کی کینچلی اتر رہی ہے۔

ایل۔ ایس ڈی کا نشہ دس بارہ گھنٹے تک رہتا ہے۔ صرف سرور کے عالم میں ہی اس قسم کی حرکت سرزد نہیں ہوتیں بلکہ بہت سے افراد کو صرف ایک بار کے تجربے کے بعد اور کچھ کو کئی بار یہ نشہ استعمال کرنے کے بعد مختلف قسم کے وہم ہو جاتے ہیں۔ ایک خوراک کے استعمال کے مہینوں یا سالوں بعد بھی مضر اثرات رونما ہو سکتے ہیں۔ ایک واقعہ سے اس نشے کا لرزہ انگیز انجام ظاہر ہے۔ ایک نوجوان نے پولیس افسر کو بیان دیتے ہوئے کہا۔

مجھے ایل ایس ڈی استعمال کیے ایک مہینہ سے زائد ہو گیا۔ لیکن مجھے اب بھی یہ محسوس ہو رہا ہے۔ میری آنکھ، ناک، کان اور انگلیوں سے کیڑے رینگ رینگ کر باہر نکل رہے ہیں۔ میں ان کو چن کر فرش پر پھینکتا ہوں اور وہ پھر ان ہی سوراخوں میں واپس رینگ جاتے ہیں۔

معاذ اللہ! کتنے عبرت ناک حالات ہیں! یورپ اور امریکہ کے دماغی اسپتالوں میں نشے کے ایسے شکار ہزاروں کی تعداد میں مستقل دماغی خرابی کے

مکان کے ساتھ ٹھہرے ہیں۔ اور نہ جانے کتنے معاشرے کو تباہ کر رہے ہیں اور پھر یہ بھی تو انتہا نہیں۔ ابھی ایل۔ ایس ڈی کا نام محدود تعلیم یافتہ طبقے تک ہی پہنچا تھا کہ ایس۔ ٹی۔ پی اور سینٹھ ڈرین نامی دو اور نشہ آور اشیا تیار ہو گئیں۔ جن کا اثر ایل۔ ایس ڈی سے بھی زیادہ قوی ہے اور جن کا نشہ تین چار دن رہتا ہے اور یہ بھی کوئی انتہا نہیں۔ انتہا تو وقت بتائے گا جب دنیا میں اندھوں پاگلوں اور اپاہجوں کی تعداد حیرت انگیز طور پر بڑھ جائے گی۔ یہ چیزیں انسانی خون کے سرخ ذرات کو تباہ کر کے سینکڑوں پیچیدہ بیماریوں کا اور تناسلی جراثیم کو کمزور کر کے ناقص الاعضا بچوں کی پیدائش کا سبب بنتی ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ یہ نشے حیرت انگیز طور پر تباہ کن ہیں لیکن افسوس ہے آج کے مذہب یافتہ دماغ پر جو ہر غلط چیز پر علم اور فلسفے کا ملمع چڑھا دیتا ہے ایل۔ ایس۔ ڈی جیسی مہلک شے کے بارے میں ۱۹۵۰ء میں آلڈس ہکسلے جیسے نامور فلسفی نے کہا تھا کہ اس میں دماغ کو وسعت دینے کی طاقت ہے۔ اس کے بعد ہارورڈ یونیورسٹی کے کچھ پروفیسروں نے اس کو اپنا اور اس گروہ کا سرغنہ ٹموتھی لیاری تو اس کا "مبلغ" بن گیا ہے۔ اس نے ایل ایس ڈی کو فلسفہ کا جامہ پہنا دیا اور اشاعت کی کہ اس کے استعمال سے انسان روح اور مابعد الطبیعیات کے اسرار و رموز کو سمجھتا ہے۔ اس کے اثر کو اس نے "مراقبہ" کی کیفیت سے مثال دی اور اس کے نشے کے زیر اثر ہونے والے الٹے سیدھے احساسات کو "الہام" کہا۔ آج کے زمانے میں جبکہ انسان کسی اخلاقی نظام کی عدم موجودگی کی وجہ سے اپنی بڑھتی ہوئی مشکلات کا حل ڈھونڈنے کے لئے ہر نئی شے کی طرف لپکتا ہے۔ ٹموتھی کے اس "روحانی انکشاف" کی طرف بھی لپکا۔ سینکڑوں، ہزاروں اور پھر لاکھوں پیرو اس نئے "مذہب" کے بنتے گئے اور ان کو دیکھ کر ٹموتھی نے فکریہ اعلان کیا کہ ۱۹۷۰ء تک ان کی تعداد صرف امریکہ میں دو کروڑ سے زائد ہو جائیگی۔

اس قبیح شے کے شکار خود فریبی کے زعم میں اپنے کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ ایل۔ ایس۔ ڈی کو "پاٹ" اور سینٹھ ڈرین کو "اسپیڈ" کے شاعرانہ ناموں سے یاد کرتے ہیں ان کے نشے کو "روحانی سفر" کہتے ہیں۔ اور انتہائی کمال پر پہنچ کر کھلم کھلا کتبے اور دیواروں پر لکھتے ہیں "ایل ایس ڈی خدا ہے۔" (نعوذ باللہ)

کیا آپ اس کو دور دور کی بات سمجھتے ہیں۔؟ کیا آپ سوچتے ہیں کہ امریکہ اور یورپ کے افراد ہی نشے کے سمندر میں غرق ہیں؟ جی نہیں۔ بلیک مارکیٹ، اسمگلر اور ہپیوں کی وجہ سے ان نشہ اور اشیا کے منحوس قدم دنیا کے ہر ملک میں پہنچ چکے ہیں۔ جی ہاں صورت حال کچھ ایسی ہی ہو چکی ہے کہ چونکا جائے اور سوچا جائے۔ آج کی مہذب نئی نسل سب کچھ جانتے ہوئے بھی آگ سے کھیل رہی ہے۔ جیل بھی رہی ہے۔ لیکن بے حس ہے۔ نشہ کے حامی نعرہ لگاتے ہیں "نشہ استعمال کرو، دماغ کی نسیں کھولو، مست رہو اور سماج کو ٹھکرا دو۔" فرار اور سستی لذات کے اس منفی طرز فکر سے بنی نوع انسان کو مستقبل میں کیا نقصان اٹھانا پڑے گا۔ اس کا اندازہ ہر ذی شعور انسان لگا سکتا ہے۔

لیکن اس کا علاج کیا ہے؟ حقیقتوں اور مسائل کے ذکر سے کچھ تو کام نہیں چلتا۔ علاج! نشہ خوری اور دوسرے تباہ کن مسئلوں کا حل صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات پر صحیح طور سے عمل کر کے روح کے اس ابدی نشہ میں غرق ہو جانا جس کا حصول ہر اس فرد کے لئے ممکن ہے جو قرآن کو سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ مومن بنے اور بقول اقبال

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

باقی مضمون صفحہ ۱۵

اور دلکش لباس، مسحور کن مناظر اور دلوں کو موہ لینے والی بہت سی اچھوتی اور حیرت انگیز باتیں!

اعلیٰ تعلیم کے میدان میں نائجیریا نے توقع سے زیادہ ترقی کی ہے۔ نائجیریا کی ابادان یونیورسٹی میں یورپ اور دوسرے ممالک کے طلبا بھی زیر تعلیم ہیں۔ پچھلے برس ایک ہزار سات سو پچاس طلبا میں سے سو طلبا باہر کے تھے۔ زاریا میں جو "احمد و بیلو یونیورسٹی" ہے اسے مغربی افریقہ کی واحد یونیورسٹی کا درجہ حاصل تھا، کیونکہ قانون کی تعلیم کا ذریعہ اس کے علاوہ کہیں نہیں تھا۔ آج اگرچہ قانون کی تعلیم دوسری یونیورسٹی میں بھی دی جانے لگی ہے۔ لیکن مکمل طور سے صحیح معنوں میں پورے صحارا کے اندر اب بھی قانون کی تعلیم کے لحاظ سے زاریا کی "احمدو بیلو یونیورسٹی" ہی اول ہے۔ برطانیہ نائجیریا کی تکنیکی تعاون" کے تحت برطانیہ نے دو کروڑ اسی لاکھ روپیوں کی جو مدد نائجیریا کو دی تھی اس کا ایک بڑا حصہ عربی اور فارسی کی تعلیم کے فروغ پر صرف ہوا تھا۔ واضح ہو کر عربی اور فارسی کی تعلیم پر بھی نائجیریا کے مسلم اکثریت والے علاقے یعنی شمالی نائجیریا میں بہت زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

نائجیریا کے ایک اور شہر نوسکا میں ایک ایسی یونیورسٹی قائم ہے جو طلبا کے بلند کردار سازی میں اہم ترین رول ادا کرتی ہے فرقہ وارانہ ہم آہنگی، بین الاقوامی برادریت، بے روزگاری کی بیخ کنی، رنگ و نسل اور مذاہب کے امتیاز کا انسداد اس کے اہم موضوع ہیں۔ اس یونیورسٹی کے دروازے ہر ملک کے طلبا کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ اس کے طلبا اپنے خیالات و نظریات اور عقائد کے لئے اپنے طور پر آزاد ہیں۔

یونیورسٹی آف لاگوس میں طبی محکمہ پورے صحارا کے ممالک میں سب سے بڑا اور اعلیٰ ہے۔

لاگوس وفاقی جمہوریہ نائجیریا کی راجدھانی ہے یہ دنیا کے جدید ترین شہروں کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکتا ہے۔ اسے "افریقہ کا نیو یارک" بھی کہا جاتا ہے۔ وفاقی جمہوریہ کی اس حسین راجدھانی کی بعض دلکش تعمیرات کو دیکھ کر اس پر "سٹی آف لندن" کا بھی گمان گزرتا ہے۔

وفاقی جمہوریہ نائجیریا نے جس امنگ، جوش اور ولولے کے ساتھ عظیم ترقی کی ہے اس کا اندازہ صرف راجدھانی لاگوس کو دیکھ کر ہی اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے یہاں کی فلک بوس عمارتیں دلوں کو مسحور کر لیتی ہیں۔ عظیم تر تعمیرات نے تو دیکھتے ہی دیکھتے لاگوس کا نقشہ بدل دیا۔ ابھی تین سال پہلے ہی "مرینا" نامی معروف ترین سڑک پر کھڑی تین منزلہ عمارتوں کو یہاں کی سب سے اونچی عمارت کہا جاتا تھا۔ لیکن آج نئی اور جدید ترین فلک بوس عمارتیں سے گل کھلا رہی ہیں! اینڈ ی پینڈنس بلڈنگ کی ہی مثال لی جا سکتی ہے یہ دلکش عمارت ۲۵ منزلہ ہے۔

لاگوس کا رقبہ ۲۷ مربع میل ہے اور چار لاکھ لوگ یہاں بستے ہیں جو تین جزیروں اور خاص زمین پر پھیلے ہوئے ہیں۔ تین جزیروں میں جو سب سے بڑا جزیرہ ہے اسی کے نام پر اس شہر کا نام لاگوس پڑا۔ یہاں کی ترقی اور خوشحالی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔

شہر کو جدید ترین ڈھنگ سے بسانے کے لئے پرانے گھروں کو منہدم و مسمار کر دیا گیا ہے اور ان کے مکینوں کو نئے رہائشی مکانوں میں منتقل کر دیا گیا۔ شہر کی تمام بدنما خامیوں کو دور کر کے بہر صورت اسے ایک مکمل حسین اور جدید شہر میں بدل دیا گیا۔ آج اپنے حسن و دلکشی کی وجہ سے ہی اسے افریقہ کا نیویارک بھی کہا جاتا ہے!

نائجیریا کا رقبہ ۳۵۶۶۶۹ مربع میل ہے آبادی تین کروڑ ۹۰ لاکھ ہے۔ اسے نائجر اور نائجر کی معاون ندی بینوتین حصوں میں تقسیم کرتی ہیں۔ اسی لحاظ سے شمالی نائجیریا، مشرقی نائجیریا اور مغربی نائجیریا کا الگ الگ ڈھانچہ ہے مغربی افریقہ کے اس ملک میں جنوب میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ مشرق میں کیمرون، مغرب میں ڈھومی اور گھانا اور شمال میں سوڈان واقع ہے۔

اطلاعِ عام

حسب ذیل معاونین کے مفصل پتے درکار ہیں، جنھوں نے ذریعہ منی آرڈر رقم بھیجی ہیں لیکن پتے کوپن پر نہیں ہے، اسحاق ری خان صاحب محمد لیئین خاں صاحب گجرات اکبر خاں حمید بھائی صاحب، مجیب الرحمن صاحب نظامی محمد ... صاحب کھیری، محمد علی صاحب،

امید ہے کہ جلد توجہ فرمائیں گے۔

کہ ارشاد کا مصداق ہے کہ الکیس من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والاحمق من اتبع نفسہ ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی (ہوشیار وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد زندگی کے لئے عمل کرے اور احمق وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشات کے پیچھے لگائے اور اللہ پر آرزوئیں باندھتا رہے) افسوس اے نفس! تجھ کو زندگی کے دام ہمرنگ زمین سے ہوشیار رہنا چاہئے تھا اور شیطان سے قریب نہیں کھانا چاہئے تھا۔ تجھے اپنے اوپر ترس کھانا چاہئے تجھے اپنی ہی فکر کا حکم دیا گیا ہے دیکھ تو اوقات ضائع نہ کر، تیرے پاس گنی چنی سانسیں ہیں، اگر تیری ایک سانس بھی ضائع گئی تو گویا تیرے سرمایہ کا ایک حصہ ضائع ہوگیا۔ غنیمت سمجھ صحت کو مرض سے پہلے فراغت کو مصروفیت سے پہلے، دولت کو غربت سے پہلے، شباب کو ضعیفی سے پہلے، زندگی کو ہلاکت سے پہلے اور آخرت کے لئے تیاری کر اسی لحاظ سے جتنا تجھے وہاں رہنا ہے، اے نفس کیا جب موسم سرما سر پر آجاتا ہے، تو اس پوری مدت کے لئے تو تیاری نہیں کرتا، خوراک کا ذخیرہ، لباس کی ضروری مقدار اور ایندھن کا ایک ڈھیر جمع نہیں کرلیتا، تو تمام ضروری سامان جاڑے کا مہیا کرلیتا ہے۔ اور اس پر بھروسہ نہیں رہتا کہ بادا جاڑا دل، اور ایندھن کے بغیر جاڑا گزار دے گا، اور تجھ میں اس کی طاقت ہے، کیا تیرا گمان ہے کہ جہنم کی زمہریر جاڑوں کی سخت سردی سے کم ہے؟ ہرگز نہیں اور اس کا کوئی امکان نہیں کہ شدت و برودت میں ان دونوں کے درمیان کوئی تناسب نہیں، کیا تو سمجھتا ہے کہ تو بغیر سعی کے اس سے نجات حاصل کرلے گا جیسے کہ سردی بغیر اونی کپڑے، لبادہ، آگ، اور اسی طرح کی دوسری چیزوں کے بغیر نہیں جاتی۔ اسی طرح دوزخ کی گرمی اور سردی توحید کے قلعہ اور طاعت کی خندق کے بغیر نہیں جاسکتی، اور اللہ تعالیٰ کا یہ کرم ہے کہ اس نے تجھے اس کی حفاظت کی تدابیر سے آگاہ کردیا ہے، اور اسباب آسان کردیئے ہیں، اس کا کرم یہ نہیں کہ دوزخ سے عذاب ہی ٹال دے، اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے وہ جاڑا پیدا کرتا ہے تو اس کے لئے آگ بھی پیدا کرتا ہے، اور تجھے چقماق کے طریقہ پر پتھروں سے آگ نکالنے کا طریقہ بھی بتاتا ہے کہ ان طریقوں سے فائدہ اٹھائے اور اپنے کو ٹھنڈک سے محفوظ رکھے، اور جیسے کہ لکڑی خریدنا اور اونی کپڑے حاصل کرنا، خدا کی ضرورت نہیں، انسان کی ضرورت ہے، اسی طرح طاعت وعبادت سے بھی خدا مستغنی ہے اور یہ تمہارا فریضہ ہے کہ اس کے وسیلہ سے نجات حاصل کرو من احسن فلنفسہ ومن اساء فعلیہا واللہ غنی عن العالمین (جس نے اچھائی کی تو اپنے نفس کے لئے اور جس نے برائی کی اس کا بوجھ بھی اسی پر ہے اور اللہ جہان والوں سے بے پرواہ ہے)

تیری خرابی ہو اے نفس! جہالت کی قبا چاک کر اور اپنی آخرت کو اپنی دنیا پر قیاس کر ما خلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ (تمہارا پیدا کرنا اور تمہارا برپا کرنا ایک جان کی طرح ہے) کما بدأنا اول خلق نعیدہ (جیسے ہم نے پہلے پیدا کیا تھا، پھر لوٹا دیں گے) کما بدأکم تعودون (جیسے اس نے تم کو ابتداء پیدا کیا تھا، ویسے ہی پھر تم واپس جاؤگے)[1]

(ماخوذ از دعوت عزیمت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

[1] احیاء علوم الدین ج ۴ ص ۳۵۶، ۳۵۸

باقی مضمون صفحہ (۴)

اس وقت تو کوئی بھی اس سے آشنا نہیں اس کا رواج نہیں تھا، اب تو یہ کام بھرپور ہندوستان میں بھی اور یورپ و امریکہ میں بھی اگر یہ کام اور زیادہ فروغ پاگیا اور اس کا رواج ہوگیا، تو اس کی نسبت سے میں تو کہتا ہوں اجر کم ہو جائے گا۔ اس لئے ابھی موقع ہے کہ اس میں شرکت کی جائے۔ تبلیغ رواج کے خلاف ہے۔ آدمی گھر کی غذائیں، گھر کا آرام، اولاد اور تمام نوپید کے ساز و سامان چھوڑ کر مسافروں کی طرح خانہ بدوشوں کی طرح پھرے راتوں کو مسجدوں میں گزارے دن کو دروازوں پر دھکے کھائے لوگوں کی خوشامد کرے یہ نفس کشی ہے۔ اسی کے ذریعہ خالق کائنات کی رضا حاصل کی جاسکتی ہے مولانا نے عبادتی شعبہ کو سنوارنے پر زور دینے کے ساتھ ساتھ معاملات کے سدھار پر بھی زور دیا۔ اور کہا کہ بعض اوقات حسن معاملات کو بڑی اہمیت حاصل ہوتی ہے اخلاص عمل اور حسن نیت ہی زندگی کا نصب العین بن جائیں تو یہ ہماری دینوی اور اخروی کامیابی کے لئے انشاء اللہ کافی ہے۔

باقی مضمون صفحہ (۱۰)

یا جن کا غرور علم اور پندار دانش ان کے لئے "حجاب اکبر" بن گیا ہے اور اس لئے دین کے باب میں وہ کسی ایسی چیز کا اعتراف کرنے اور اس کے جاننے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے ہیں۔ جو خود انکو حاصل نہیں ہے، وہ اگر اس قسم کی چیزوں کو نہ جانیں اور ان کی اہمیت کو نہ سمجھیں، یا انکار کریں تو خلاف توقع نہیں، اس قسم کے انسانوں کی یہ عام اور قدیمی عادت ہے بَلْ کَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ۔

بہر حال قلب کا رخ بدلنے اور اپنے اعمال کے باطن کی، بلکہ خود اپنے باطن کی نسبت اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر قائم کرنے کا عام اور فطری طریقہ اہل اخلاص و احسان اور اصحاب نسبت کی صحبت ہی ہے، یہ کیمیا صرف ان کیمیا گروں کے ہی قدموں میں ملتی ہے ؎

تا ابد بوئے محبت بہ مشامش نرسد
ہر کہ خاک در میخانہ برخسار نرفت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تمام روحانی کمالات اسی راہ سے حاصل ہوئے تھے۔ اور اس بارے میں ان کی حس اتنی لطیف ہوگئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے غیر حاضری کے وقت وہ اپنی کیفیات میں کھلی تبدیلیاں محسوس کرتے تھے اور حضور سے اس کی شکایت کرتے تھے۔ حضرت حنظلہؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے واقعات معلوم ومشہور ہیں اور بعض صحابہؓ کا یہ بیان کتب حدیث میں موجود ہے کہ: حضورؐ نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آپؐ کے دفن سے بھی ابھی ہم پوری طرح فارغ نہ ہوئے تھے، اور ہم نے ابھی ہاتھ بھی نہ جھاڑے تھے کہ ہم نے اپنی اندر دلی کیفیتوں میں تبدیلی محسوس کی۔

باقی مضمون صفحہ ۳

ڈسپلن (یعنی یہ کہ ان کے شب و روز کی ہر ساعت کسی مفید کام میں گزرے علاوہ ان وقفوں کے جو دین و فکر کی تازگی اور استراحت کے لئے ضروری ہیں) دوسرے ان کی فکری رہنمائی اور روحانی تربیت کے لئے تربیتی کورس (جس میں مختلف موضوعات پر ممتاز اہل فکر کے لیکچروں کا انتظام ہو اور وہ چیزیں شامل کی جائیں جن سے ان کے دماغ و دل دونوں کو غذا ملے) مدارس عربیہ ملت کے لئے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن یہ ایسا قلعہ ہے جس کے اندر رہنے والے اپنے خول سے باہر نکلنے کے لئے بیتاب ہیں اور باہر والے اس کو توڑ دینے کے درپے، ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ اب ہمیں ان طلبہ کو، ان خارجی طاقتوں اور حملوں سے بچا بچا کر نہ رکھنا چاہیے بلکہ ان کو مقابلے کے لئے تیار کرنا چاہیے اور ان کے ہاتھ میں وہ ہتھیار دیدینا چاہیے جس کی کامیابی کی ضمانت اور ہماری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لیا ہے۔ فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین انا کفیناک المستھزئین۔

دار العلوم ندوۃ العلماء
کا
اسلامی کلینڈر
سنہ ۱۳۸۹-۹۰ھ
۱۹۷۰ء
قیمت — ۵۰ پیسے
ملنے کا پتہ
مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

کوائف دار العلوم

محمد عبد السمیع ندوی

دار العلوم میں سہ ماہی امتحانات ختم ہوچکے ہیں، تعلیم حسب معمول جاری ہے، طلبہ کی ثقافتی سرگرمیاں بھی شروع ہوچکی ہیں۔ الاصلاح کے انتخابات ہوچکے ہیں۔ اور طلبہ نے استفادہ شروع کردیا ہے۔ ہفت روزہ جلسوں کا آغاز ہوگیا ہے۔ النادی العربی کے زیر نگرانی عربی جلسے ہو رہے ہیں جن میں طلبہ تیاری کے بعد عربی میں تقریریں کرتے ہیں۔

دار العلوم میں بیرونی طلبہ تعلیم کی غرض سے ہمیشہ ہی آتے رہے ہیں۔ امسال بھی کئی طلبہ بیرونی ممالک سے بغرض حصول تعلیم آئے ہیں، جن میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر عرب طلبہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے راہ کی مشکلات دور فرمائے اور ان کے ذوق کی تکمیل کا سامان فرمائے۔ بیرونی طلبہ کی تعداد آج کل تقریباً پچاس ہے۔ ان میں نائیجیریا۔ ملیشیا، افریقہ، سعودی عرب کے طلبہ ہیں

غیر مستطیع طلبہ کو دار العلوم کی جانب سے وظائف دئے جاتے ہیں۔ سال رواں میں وظائف کی رقم کی منظوری حسب معمول دی گئی تو اس کی مقدار ایک لاکھ روپے سے بھی کچھ زائد ہوگئی۔ ادھر تعمیرات کا کام تقریباً بند ہے۔ ناگزیر صورتوں کے تحت کچھ رقم بطور قرض حاصل کرکے ڈائننگ ہال (دار الطعام) جو عرصہ سے نامکمل پڑا تھا اس کی چھت ڈلوائی گئی۔ اور اب اس میں پلاسٹر ہو رہا ہے۔ الیکٹرک فٹنگ وغیرہ ہوکر وہ اس قابل ہوجائے گا کہ طلبا ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھا سکیں۔

دار العلوم کی مسجد کی توسیع کے سلسلہ میں ان صفحات پر باربار بات آچکی ہے لیکن اب تک کوئی معقول صورت پیدا نہیں ہوئی اس طرح مسجد کے باہر جو وضو خانہ زیر تعمیر ناقص رہ گیا تھا اس کی بھی اب تک تکمیل نہیں ہوسکی۔ حالانکہ یہ دونوں ضرورتیں سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کوئی سبیل پیدا فرمائے۔

مولانا محمد ہاشم صاحب۔ بھڑوچ، سورت احمد آباد کے سفر پر تھے، اب وہ راجستھان پہونچ رہے ہیں۔ راجستھان کے احباب مطلع رہیں۔

مولوی عبد الرشید صاحب۔ اپنے دورہ سے واپس آئے ہیں۔ اور اب الہ آباد کے حلقہ میں جانے والے ہیں۔

مولوی حکیم فقیر الدین صاحب کا دورہ جلد شروع ہونے والا ہے۔ ضلع کانپور، ضلع جالون ضلع ہمیرپور کا دورہ کرتے ہوئے وہ مدھیہ پردیش کے بعض علاقوں کا دورہ کریں گے۔

اہل ترکیسر (ضلع سورت) کی عموماً اور جناب مولانا غلام محمد صاحب نور گت (رکن مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء) کی خصوصاً عرصہ سے خواہش تھی کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی (ناظم ندوۃ العلماء) ترکیسر تشریف لائیں، کئی بار اس سفر کے پروگرام بنے اور بعض دیگر رکاوٹوں کی وجہ سے منسوخ ہوگئے اب پھر موصوف کے سفر کا پروگرام بنا ہے۔ حضرت مولانا انشاء اللہ یہاں سے ۲۵ مارچ کو روانہ ہوں گے۔